www.alkalam.pk

جو مسئلہ سمجھ میں نہ آئے وہ کسی مستند و ماہر
مفتی سے معلوم کرلیں۔۔ (ابوزبیر)

زکوٰۃ کے مسائل

تالیف

مفتی محمد صاحب

پیشکش: ابوزبیر

[manymore313@yahoo.com]

فہرست

	عنوان	صفحہ نمبر
☆	آیاتِ قرآنیہ	03-04
☆	احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم	05-07
☆	شرائط وجوبِ زکوٰۃ (زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟)	08-15
☆	نقدی، مالِ تجارت میں زکوٰۃ کی تفصیل	16-24
☆	زکوٰۃ کی ادائیگی	24-31
☆	زکوٰۃ کی بعض خاص صورتیں	31-32
☆	زیور پر زکوٰۃ	33-34
☆	قرض پر زکوٰۃ کی تفصیل	35-48
☆	زکوٰۃ کے مصارف (مستحق زکوٰۃ کون ہے؟)	49-65
☆	وکیلِ زکوٰۃ کے احکام	65-69
☆	معدنیات کا حکم	69-70
☆	مسائلِ عُشر	71-73
☆	وجوبِ عُشر	73-77
☆	عُشر کی بعض خاص صورتیں	77-83

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیاتِ قرآنیہ

صدقات چھپ کردینا زیادہ بہتر ہے:

ترجمہ: ’’صدقات کو اگر تم ظاہر کر کے دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر تم ان کو چپکے سے فقیروں کو دے دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے گناہ معاف کردیں گے اور اللہ جل شانہٗ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔‘‘ (سورۂ بقرۃ: ۲۷۱)

خوف اور پریشانی سے نجات:

ترجمہ: ’’جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں رات، دن پوشیدہ اور کھلم کھلا، ان کے لئے ان کے رب کے پاس اس کا ثواب ہے اور قیامت کے دن نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ مغموم ہوں گے۔‘‘ (سورۂ بقرۃ: ۲۷۴)

اپنی پسندیدہ چیز راہِ خدا میں خرچ کرو:

ترجمہ: ’’اے مسلمانو! تم نیکی کو حاصل نہ کرسکو گے، یہاں تک اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہو۔‘‘ (سورۂ آلِ عمران: ۹۲)

جو خرچ کرنا ہے قیامت سے پہلے کرلو:

ترجمہ: ’’جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے رہیں، پوشیدہ طور سے بھی اور اعلانیہ بھی، ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی ہوگی۔‘‘ (سورۂ إبراھیم: ۳۱)

غریبوں کے حقوق:

ترجمہ: ’’اوران کے مالوں میں سوال کرنے والے کا اور نادار کا حق ہے۔‘‘ (سورۂ ذاریات: ١٩)

خرچ نہ کرنے پر تنبیہ:

ترجمہ: ’’اور تمہیں کیا ہو گیا کیوں نہیں خرچ کرتے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں حالانکہ سب آسمان وزمین اللہ تعالیٰ ہی کی میراث ہے۔‘‘ (سورۂ حدید: ١٠)

خرچ کرنے سے دل پاک ہوتا ہے:

ترجمہ: ’’اوراس آتش ودوزخ سے وہ نہایت متقی بندہ دور رکھا جائے گا جو اپنا مال راہِ خدا میں اس لئے دیتا ہو کہ اس کی روح اوراس کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو۔‘‘ (سورۂ لیل)

زکوٰۃ اور سود میں فرق:

ترجمہ: ’’اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ سود بن کر لوگوں کے مال میں بڑھوتی کا سبب بنے یہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو کچھ زکوٰۃ دو گے جس سے کہ اللہ تعالیٰ کی رِضا مقصود ہو تو ایسے لوگ اپنے دیئے ہوئے مال کو اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہتے ہیں۔‘‘ (سورۂ روم: ٣٩)

خرچ نہ کرنے پر وعید:

ترجمہ: ’’اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اوران کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس روز واقع ہو گی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اوران کی کروٹوں اوران کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔‘‘ (سورۂ توبہ: ٣٤، ٣٥)

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

زکوٰۃ سے مال کا شر دور ہو جاتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص مال کی زکوٰۃ اداء کردے تو اس مال کا شر اس سے جاتا رہتا ہے۔'' (طبرانی)

زکوٰۃ نہ دینے والے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔'' (طبرانی صغیر)

مال کا طوق:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے، قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا جس کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو نقطے ہوں گے (ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے) اور اس کے گلے میں طوق (یعنی ہنسلی) کی طرح ڈال دیا جائے گا اور اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیری جمع ہوں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تصدیق میں) یہ آیت پڑھی ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ﴾ الآیۃ اس آیت میں مال کے طوق بنائے جانے کا ذکر ہے۔ (بخاری و نسائی)

زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی (طبرانی و اصبھانی)

اور ایک روایت میں ان کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ

(پورا)مسلمان نہیں۔(کہ اس کا نیک عمل اس کو نفع دے) (اصبہانی)

مالداروں کے مال میں حق:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مسلمان مالداروں پر ان کے مال میں اتنا حق (یعنی زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے غریبوں کو کافی ہو جائے اور غریبوں کو بھوکے، ننگے ہونے کی جب کبھی تکلیف ہوتی ہے، مالداروں ہی کی (اس کرتوت کی) بدولت ہوتی ہے (کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے) یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان سے (اس پر) سخت حساب لینے والا اور ان کو دردناک عذاب دینے والا ہے۔''

(طبرانی اوسط و صغیر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی (طبرانی و اصبہانی) اور ایک روایت میں ان کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کر لے اور زکوٰۃ نہ دے وہ (پورا)مسلمان نہیں۔(کہ اس کا نیک عمل کو نفع دے) (اصبہانی)

سونے چاندی کی تختیاں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی شخص سونے کا رکھنے والا اور چاندی کا رکھنے والا ایسا نہیں جو اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) نہ دیتا ہو مگر (اس کا حال یہ ہوگا) کہ جب قیامت کا دن ہوگا اس شخص کے (عذاب کے) لئے اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی پھر ان (تختیوں) کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے اس کی کروٹ اور پیشانی اور پشت کو داغ دیا جائے گا، جب وہ (تختیاں) ٹھنڈی ہونے لگیں گی پھر دوبارہ ان کو تپا لیا جائے گا (اور) یہ اس دن میں ہوگا جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی۔'' (یعنی قیامت کے دن کی) (بخاری و مسلم و اللفظ المسلم)

ایمان کا ذائقہ:

حضرت عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو کرے گا، وہ ایمان کا ذائقہ چکھے گا، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ سوا اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے مال کی زکوۃ ہر سال اس طرح دے کہ اس کا نفس اس پر خوش ہو اور اس پر آمادہ کرتا ہو۔“ (یعنی اس کو روکتا نہ ہو)

ایمان کی علامت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھتا ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے۔“ (طبرانی کبیر)

مال کی زکوۃ:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی اس سے اس کی برائی جاتی رہی۔“ (یعنی زکوۃ نہ دینے سے جو مال میں نحوست اور گندگی آجاتی ہے وہ نہیں رہی) (طبرانی اوسط ابن خزیمہ صحیح)

زکوۃ اسلام کا پل ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”زکوۃ اسلام کا پل ہے یا بلند عمارت ہے۔“ (کہ اگر زکوۃ نہ دے تو اسلام پر چل نہیں سکتا یا اسلام کے نیچے کے درجے میں رہا) (طبرانی اوسط و کبیر)

شرائط وجوبِ زکوٰۃ

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

سوال: کسی کے پاس سونا ساڑھے سات تولے اور چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (عمیر۔کراچی)

جواب: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ = ۸۷.۴۷۹ گرام اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس صرف سونا ہو، چاندی، مالِ تجارت اور نقدی میں سے ذرا سی مقدار بھی نہ ہو۔ اسی طرح چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ = ۶۱۲.۳۵ گرام اس صورت میں ہے کہ صرف چاندی ہو، سونا، مالِ تجارت اور نقدی بالکل نہ ہو۔ اگر سونے یا چاندی کے ساتھ کوئی دوسرا مال زکوٰۃ بھی ہے مثلاً مالِ تجارت ہے خواہ ایک روپے کی مالیت کا ہو یا نقدی ہے، خواہ چار آنے ہی ہو تو سب اموال زکوٰۃ کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر سب کی مالیت ۶۱۲.۳۵ گرام چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہوں تو زکوٰۃ فرض ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سونا ساڑھے سات تولہ = ۸۷.۴۷۹ گرام، چاندی ساڑھے باون تولہ = ۶۱۲.۳۵ گرام کسی کی ملکیت میں ہو یا مالِ تجارت یا نقدی یا ان چاروں اشیاء یا ان میں سے بعض کا مجموعہ چاندی کے وزن مذکور کی قیمت کے برابر کسی شخص کے پاس ہو تو وہ صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

عموماً جن خواتین کے پاس سونے چاندی کا زیور مذکور وزن سے کم ہوتا ہے وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں، حالانکہ عموماً ان کے پاس کچھ نہ کچھ نقدی ضرور ہوتی ہے، جس کی وجہ سے مذکور تفصیل کے مطابق ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، ہاں اگر کسی خاتون کے پاس صرف سونا یا صرف

چاندی کا زیور ہو جو وزن مذکور سے کم ہو اور نقدی یا مالِ تجارت بالکل نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

" إذا كان له الصنفان جميعاً فإن لم يكن كل واحد منهما نصابا بأن كان له عشرة مثاقيل ومائة درهم، فإنه يضم أحدهما إلى الآخر في حق تكميل النصاب ."

(بدائع : ۲/۴۱۱)

زکوٰۃ کن اموال پر فرض ہے؟

سوال: زکوٰۃ کس قسم کے اموال پر فرض ہوتی ہے؟ ٹریکٹر اور ٹیوب ویل جو کاشتکاری کے لئے استعمال ہوتے ہوں ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (فیصل حیات۔فیصل آباد)

جواب: زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہوتی ہے:

(۱) سونا......(۲) چاندی......(۳) نقدی......(۴) مال تجارت یعنی وہ چیز جو مبادلہ یا قرض میں ملی ہو اور ملتے وقت فروخت کرنے کی نیت ہو اور یہ نیت تا حال باقی ہو۔

ان چار قسم کے اموال کے سوا کسی مال پر زکوٰۃ فرض نہیں، لہٰذا کارخانوں کا منجمد اثاثہ (مشینری وغیرہ) ٹریکٹر، ٹیوب ویل، استعمال کی گاڑی، کرایہ پر چلانے کی نیت سے خریدی گئی گاڑی، رہنے یا کرایہ پر دینے کے لئے مکان، اپنے ذاتی استعمال (مکان، دکان، نرسری وغیرہ بنانے) کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ، فریج اور دوسرے گھریلو استعمال کے سامان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

اس قاعدہ کو یاد رکھا جائے تو اس سلسلے میں کبھی پریشانی نہ ہو۔ بس یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ چیز مذکورہ بالا چار قسم کے اموال میں سے کسی قسم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، ورنہ نہیں۔

تنبیہ: مذکورہ چار قسم کے اموال کے علاوہ جانوروں میں بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، جس کا

نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار کا ضابطہ الگ ہے۔

فی الهندية : ” ومنها كون النصاب ناميا حقيقةً أو تقديراً، وينقسم كل منها إلى خلقي وفعلي، فالخلقي الذهب والفضة فتجب الزكوة فيهما نوى التجارة أولم ينو أصلا، والفعلي ما سواه ويكون الاستنماء فيه بنية التجارة أو الإسامة، ونية التجارة والإسامة لا تعتبرمالم تتصل بفعل التجارة أوالإسامة ......“ (١/١٧٤)

مالِ تجارت کی تعریف:

مالِ تجارت سے مراد وہ چیز ہے جس میں مال کا مال کے ساتھ مبادلہ ہوا اور اس میں تجارت کی نیت کی گئی ہو، خواہ کوئی چیز تجارت کی نیت سے خریدی جائے یا کوئی چیز اجرت میں وصول کرتے وقت تجارت کی نیت کی جائے یا کوئی چیز مثلاً گندم قرض لیتے وقت تجارت کی نیت کی جائے اور یہی نیت تا حال باقی ہو، لہٰذا مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کوئی صورت ہو تو وہ مال تجارت نہ ہوگا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

۱۔ بوقتِ مبادلہ تجارت کی نیت نہ تھی، بعد میں اگرچہ تجارت کی نیت کر لی ہو۔

۲۔ بوقتِ مبادلہ تجارت کی نیت تھی مگر بعد میں تجارت کی نیت نہیں رہی یا اس میں تسلسل نہیں رہا، مثلاً درمیان میں یہ نیت کر لی کہ اس چیز کو فروخت نہیں کرے گا، مگر بعد میں پھر فروخت کرنے کی نیت ہوگئی۔

البتہ اگر مال تجارت کو ویسے گھریلو یا کسی اور استعمال میں لایا لیکن تجارت کی نیت باقی ہو تو یہ مالِ تجارت ہوگا اور اس میں زکوٰۃ لازم ہوگی۔

۳۔ مبادلہ یا قرض کی بجائے کسی دوسرے ذریعہ مثلاً ہبہ، تحفہ، میراث وغیرہ سے کوئی چیز ملی، اگرچہ ان ذرائع سے ملنے والی چیز کو وصول کرتے وقت تجارت کی نیت ہو۔

” لا يبقى للتجارة ما اشتراه لها فنوى بعد ذلك خدمته ثم ما نواه للخدمة لا

يصير للتجارة وإن نواه لها ما لم يبعه بجنس ما فيه الزكاة، والتجارة عمل فلا يتم بمجرد النية، وما اشتراه للتجارة كان لها، لمقارنته النية لعقد التجارة، لا ما ورثه ونواه لها إلا إذا تصرف فيه ناويا فتجب الزكاة، لاقتران النية بالعمل ." (التنوير مع شرحه : ٢/٢٧٢،٢٧٣)

وفي الحاشية : " في الخانية : عبد التجارة إذا أراد أن يستخدمه سنتين فاستخدمه فهو للتجارة على حاله إلا أن ينوي أن يخرجه من التجارة ويجعله للخدمة ." (شامية:٢/٢٧٢)

في الدر : لا ماورثه ونواه لها......وما ملكه بصنعة كهبة أووصية أونكاح ونواه لها كان لها عند الثاني، والأصح أنه لا يكون لها، عن البدائع. وفي أول الأشباه : ولو قارنت النية ما ليس بدل مال بمال لا تصح على الصحيح ." (٢/٢٧٣)

وفيه : " شرط مقارنتها لعقد التجارة، وهو كسب المال بالمال بعقد شراء أوإجارة أو استقراض ."

نصابِ زکوٰۃ پر سال گذرنے کا مطلب:

سوال: میں شوال کی پہلی تاریخ کو زکوٰۃ نکالتا ہوں، اگر رمضان کے آخر میں کچھ رقم آجائے تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ (شبیر۔لاہور)

جواب: آپ قمری ماہ کی جس تاریخ کو صاحبِ نصاب ہوئے تھے، ہمیشہ وہی تاریخ آپ کی زکوٰۃ کے حساب کے لئے متعین رہے گی، آئندہ سال اس تاریخ میں آپ کے پاس سونا، چاندی، مالِ تجارت اور نقدی جو کچھ بھی ہو اور جتنی مقدار میں ہو، بشرطیکہ نصاب سے کم نہ ہو، نصاب کے بقدر ہو یا زیادہ ہو، خواہ ایک ہی روز قبل ملا ہو، سب کی زکوٰۃ فرض ہوگی خواہ درمیان سال میں کمی بیشی ہوتی رہی ہو، گویا سال کے اول وآخر میں نصاب کامل ہو تو تمام موجود مال کی

زکوٰۃ فرض ہوگی، مال کے ہر ہر جزء پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ زکوٰۃ کا حساب ہمیشہ اسی تاریخ میں کرنا فرض ہے، البتہ اگر درمیان میں مذکورہ چاروں اشیاء میں سے کسی بھی چیز کی تھوڑی سی مقدار بھی نہ رہی، سب چیزیں بالکل ختم ہوگئیں تو اب جس تاریخ میں آپ دوبارہ صاحب نصاب ہوں گے وہ متعین ہوگی۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صاحب نصاب بننے کی تاریخ کا یاد رکھنا لازم ہے۔ اگر غفلت سے وہ تاریخ یاد رکھنے کا اہتمام نہیں کیا یا بھول گئے تو غور وفکر کے بعد جس تاریخ کا ظن غالب ہو وہ متعین ہوگی، اگر کسی تاریخ کا بھی ظن غالب نہ ہو تو خود کوئی قمری تاریخ معین کرلی جائے، اس صورت میں اگر کوئی زیادہ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے رمضان کی کوئی تاریخ معین کرے تو کوئی مضایقہ نہیں، بلکہ کثرتِ ثواب کی وجہ سے مناسب ہے، آیندہ ہمیشہ اسی معین کردہ تاریخ میں حساب کیا جائے اور ان دونوں صورتوں میں احتیاطاً کچھ زیادہ اداء کرلیں تو بہتر ہے، تاکہ تاریخ آگے پیچھے ہونے کی وجہ سے جو فرق ہوگیا ہو وہ فرق بھی پورا ہو جائے۔

”ومنها حولان الحول على المال، والعبرة فى الزكاة للحول القمرى، وإذا كان النصاب كاملا فى طرفى الحول فنقصانه فيما بين ذلك لا يسقط الزكاة، ومن كان له نصاب فاستفاد أثناء الحول مالا عن جنسه ضم إلى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه أولا، وبأى وجه استفاد ضمه، سواء كان بميراث أوهبة أوغير ذلك.“ (هندية: ١/ ١٧٥)

شمسی تاریخ سے قمری تاریخ کی طرف تبدیلی کس طرح ہو:

اگر کوئی شخص شمسی تاریخ کے مطابق زکوٰۃ اداء کرتا رہا تو اس پر لازم ہے کہ شمسی حساب کو چھوڑ کر کوئی قمری تاریخ زکوٰۃ نکالنے کے لئے مقرر کرے اور آیندہ اس کے مطابق زکوٰۃ اداء کرتا رہے۔ لیکن گزشتہ کئی سالوں میں اگر شمسی تاریخ کے حساب سے زکوٰۃ دی ہے تو شمسی وقمری سال

کے درمیان چند دنوں کا فرق معلوم کر کے قمری سال کے حساب سے زکوٰۃ میں اگر کمی آتی ہے مثلاً قمری سال پورا ہوتے وقت رقم زیادہ تھی اور شمسی سال پورا ہونے پر اس میں کمی آئی تو قمری سال کی اس اضافی رقم کی مزید زکوٰۃ اداء کرے۔(فقہی مقالات:۳/۱۷۰)

ایک غلط دستور کی اصلاح:

سوال: عموماً لوگ زیادہ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے زکوٰۃ صرف رمضان ہی میں اداء کرتے ہیں اور بعض لوگ رجب کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں اور اسی میں زکوٰۃ نکالتے ہیں، اگرچہ مال زکوٰۃ پر سال رجب یا رمضان سے پہلے گذر چکا ہو، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ (عبداللہ۔کراچی)

جواب: جس اسلامی مہینہ کی جس تاریخ کو کوئی شخص صاحب نصاب ہوا وہ تاریخ یاد رکھنا فرض ہے، ایک سال گزرنے کے بعد اسی ماہ کی اسی تاریخ کو زکوٰۃ واجب ہوگی، اس لئے اسی تاریخ کو زکوٰۃ کا حساب لگانا فرض ہے، ورنہ لاکھوں روپے ذمہ میں واجب رہ سکتے ہیں۔مثلاً ایک شخص پر یکم جمادی الثانیہ یا یکم شعبان کو زکوٰۃ فرض ہوگئی تھی، یکم جمادی الثانیہ یا یکم شعبان کو اس کے پاس کل مال زکوٰۃ دس لاکھ مالیت کے برابر تھا، جمادی الثانیہ یا شعبان میں آدھا مال خرچ ہوگیا یا کسی کو ہبہ کر دیا اور یکم رجب یا یکم رمضان کو صرف پانچ لاکھ سرمایہ رہ گیا، ظاہر ہے یہ شخص اگر رمضان یا رجب میں زکوٰۃ کا حساب لگائے گا تو صرف پانچ لاکھ کی زکوٰۃ کا حساب لگائے گا، جبکہ اس پر دس لاکھ کی زکوٰۃ اداء کرنا فرض ہے۔اس لئے یہ جو دستور ہوگیا ہے کہ زکوٰۃ کا حساب صرف رمضان یا رجب میں کرتے ہیں بالکل غلط ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص حساب تو اپنے وقت پر لگالیتا ہے مگر اداء کرنے کے لئے رمضان کا انتظار کرتا ہے تو اگرچہ مذکورہ بالا قباحت سے بچ جاتا ہے، مگر اس میں بھی یہ خرابی ضرور ہے کہ اداء فرض میں بلا عذر تاخیر کرنے میں گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اندیشہ ہے کہ موت کا پیغام آجائے اور وہ فرض ذمہ میں باقی رہ جائے، بسا اوقات وصیت کرنے کا موقع بھی نہیں ملتا یا موقع

ملنے کے باوجود اس میں عموماً غفلت ہوتی ہے، بلکہ وصیت کے باوجود بسا اوقات ورثہ زکوٰۃ اداء نہیں کرتے، ایسی صورت میں موت کے بعد بھی اس فرض کا اداء ہونا ممکن نہیں ہوتا، اس لئے جب زکوٰۃ فرض ہوجائے تو اسے جلد از جلد اداء کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اس میں تاخیر صحیح نہیں۔

فی شرح شرعة الإسلام : " يعين صاحب المال لزكوته شهرا لايجاوزه لما فيه من التأخير، ومن أخر الزكوة بعد وجوبها عليه من غير عذريأثم ." (ص:١٥٨)

في الشامية : قال في الفتح:فتكون الزكاة فريضة وفوريتها واجبة، فيلزم بتأخيره من غير ضرورة الإثم، كما صرح به الكرخي والحاكم الشهيد في الملتقى، وهو عين ما ذكره الإمام ابو جعفر عن أبي حنيفة أنه يكره، فإن كراهة التحريم هي المحمل عند إطلاق اسمها، فقد ثبت عن أئمتنا الثلاثة وجوب فوريتها ."

(٢/٢٧٢)

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: اگر نابالغ کو میراث یا ہبہ میں بقدر نصاب مال ملا تو اس کے مال میں سے زکوٰۃ اداء کرنا فرض ہے یا نہیں؟ (فرحان۔کراچی)

جواب: نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض نہیں، کیونکہ وہ مکلّف نہیں۔

" فليس الزكاة على صبي ومجنون، إذا وجد منه الجنون في السنة كلها، هكذا في الجوهرة النيرة ." (هندية:١/١٧٣)

مجنون اور معتوہ پر زکوٰۃ واجب ہونے میں تفصیل:

جو شخص مکمل طور پر مسلوب العقل اور پاگل ہو اور ایک پورا قمری سال اسی حالت میں گزر جائے تو اس کے مال میں زکوٰۃ لازم نہیں، البتہ اگر وہ ٹھیک ہوجائے اور اس وقت وہ صاحبِ

نصاب ہواورٹھیک ہونے کی حالت میں اس پرمکمل سال (قمری مہینوں کے حساب سے) گزر جائے تو پھر اس سال کی زکوٰۃ لازم ہے۔

جو شخص سال کے دوران کبھی مسلوب العقل ہو، کبھی درست، اسی طرح کبھی معتوہ (ناقص العقل ہو جس کے اقوال وافعال، حرکات وسکنات، بات کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت ایک عقلمند انسان کی طرح نہ ہو) ہو اور کبھی درست تو اس کے مال میں زکوٰۃ لازم ہے۔

” ولا خلاف فی أنه فی المجنون الأصلی یعتبر ابتداء الحول من وقت افاقته کوقت بلوغه، أما العارض فإن استوعب کل الحول فکذلك فی ظاهر الروایة وهو قول محمد وروایة عن الثانی وهو الأصح وإن لم یستوعبه لغا …… ولم یذکر المعتوه هنا والظاهر أنه علی هذا التفصیل وأنه لا تجب علیه فی حال العته …… إلا إذا لم یستوعب الحول، لأن الجنون یلغو معه فالعته أولی .“ (ردالمحتار:۲/۲۵۸)

زکوٰۃ گاڑی کی مالیت پر ہے یا آمدن پر؟

سوال: ایک شخص نے تیس لاکھ روپے کی گاڑی خریدی جس کی سالانہ آمدن تقریباً تین لاکھ روپے ہے، پوچھنا یہ ہے کہ زکوٰۃ گاڑی کی کل قیمت پر فرض ہے یا صرف آمدن پر؟ (فتح محمد توحیدی۔سریاب،کوئٹہ)

جواب: گاڑی یا مشینری وغیرہ جو فروخت کرنے کی نیت سے نہ خریدی ہو اس کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں بلکہ آمدن پر ہے، اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے تو صاحب نصاب بننے کی قمری تاریخ کے دن ہر سال سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت کے مجموعہ کا چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکوٰۃ فرض ہے۔ ہر چیز کا الگ حساب کرنے کی ضرورت نہیں۔

” ولو اشتری جوالق لیوا جرها من الناس فلا زکاة فیها لأنه اشتراها للغلة لا للمبایعة، کذا فی محیط السرخسی .“ (هندیة:۱/۱۸۰)

نقدی، مالِ تجارت میں زکوٰۃ کی تفصیل

زکوٰۃ میں کس مقام کی قیمت معتبر ہوگی؟

سوال: ادائیگیٔ زکوٰۃ میں مال زکوٰۃ کی قیمت اس جگہ کی معتبر ہوگی جہاں زکوٰۃ اداء کرنے والا ہے یا اس مقام کی معتبر ہوگی جہاں مال موجود ہو؟ حولان حول (سال گذرنا) کہاں کا معتبر ہوگا؟ (عبدالحفیظ۔سکھر)

جواب: جہاں مال موجود ہو وہاں کی قیمت معتبر ہوگی، حولان حول بھی وہیں کا معتبر ہوگا۔

ویقومها المالك فی البلد الذی فیه المال، حتی لو بعث عبدا للتجارة إلی بلد آخر فحال الحول تعتبر قیمته فی ذلك البلد، ولو كان مفازة تعتبر قیمته فی أقرب الأمصار إلیه، كذا فی فتح القدیر." (هندیة:۱/۱۸۰)

زکوٰۃ میں کس وقت کی قیمت معتبر ہوگی؟

سوال: مال زکوٰۃ میں کس وقت کی قیمت معتبر ہوگی، جس وقت زکوٰۃ واجب ہوئی یا جس وقت زکوٰۃ اداء کی جارہی ہے؟ (ابراہیم۔سوات)

جواب: سونے یا چاندی کی زکوٰۃ اور عشر میں وقت وجوب یعنی جس وقت زکوٰۃ واجب ہوئی اس وقت کی قیمت معتبر ہے، البتہ جانوروں کی زکوٰۃ میں ادائیگی کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہے۔

"وتعتبر القیمة عند حولان الحول بعد أن تكون قیمتها فی ابتداء الحول مائتی درهم من الدراهم الغالب علیها الفضة، كذا فی المضمرات." (هندیة:۱/۱۷۹)

"وجاز دفع القیمة فی زكاة وعشر وفطرة و نذر، وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الأداء، وفی السوائم یوم الأداء إجماعا." (شامیة:۲/۲۸۲)

زکوٰۃ میں قیمت فروخت لگائی جائے گی:

سوال: تجارت کے سامان کی زکوٰۃ خریدے ہوئے حساب سے اداء کی جائے گی یا جس نرخ سے فروخت کرے اس حساب سے؟ (حنیف۔ملتان)

جواب: قیمت فروخت لگائی جائے گی، یعنی زکوٰۃ واجب ہونے کے دن سامان کی جو قیمت مارکیٹ میں ہو اس کے حساب سے زکوٰۃ اداء کی جائے گی، اگرچہ ادائیگی کے وقت اس کی قیمت کم وبیش ہوگئی ہو۔

” واللازم فی مضروب کل منهما (الذهب والفضة) ومعموله وفی عرض تجارة قيمته نصاب ...... ربع عشر .“ (درمختار:۲/۲۰۸)

” وقال تعتبر قيمته يوم الوجوب وقالا يوم الأداء .“ (حوالۂ بالا:۲/۲۸۶)

تجارتی پلاٹ پر زکوٰۃ فرض ہے:

سوال: ایک شخص پلاٹ خرید لیتا ہے، کچھ مدت اپنے قبضے میں رکھ کر مہنگے دام ملنے پر بیچ دیتا ہے، اگر اس کے پاس کئی پلاٹ ہوں جنکی قیمت مقدار نصاب کو پہنچ جاتی ہو تو ان پلاٹوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ (منصور۔بورے والا)

جواب: یہ مال تجارت ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ جو چیز بھی بیچنے کی نیت سے خریدی جائے اور یہ نیت تا حال باقی ہو، وہ مال تجارت میں داخل ہے۔

” الزكاة واجبة فی عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب كذا فی الهداية .“ (هندية:۱/۱۷۹)

واجب الاداء عشر کے ساتھ نقدی، مال تجارت کی زکوٰۃ کا حکم:

وہ غلہ جس میں عشر لازم تھا باقی نہ ہو بلکہ اسے استعمال کر لیا گیا ہو، فروخت کیا گیا ہو یا ویسے ضائع کر دیا گیا ہو تو اگر عشر کی قیمت منہا کر کے مالِ تجارت اور نقدی بقدرِ نصاب بچ جاتی ہو تو

واجب الاداء عشر بھی اداء کرنا لازم ہے اور زکوٰۃ بھی، لیکن اگر عشر منہا کرنے کے بعد نقدی یا مالِ تجارت بقدرِ نصاب نہ بچے تو پھر صرف عشر کی ادائیگی ضروری ہے، زکوٰۃ لازم نہیں۔

اگر وہ غلہ موجود ہو تو پھر عشر کی قیمت کو مالِ تجارت اور نقدی سے منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ کل مالِ تجارت اور نقدی اگر بقدرِ نصاب ہے تو اس میں زکوٰۃ دینا لازم ہے اور غلہ میں عشر بھی واجب ہے، البتہ آفت کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو عشر نہیں۔

” وكذا (لا تجب الزكوة) إذا صار العشر دينا فى الذمة بأن أتلف الطعام العشرى صاحبه، فأما وجوب العشر فلا يمنع لأنه متعلق بالطعام وهو ليس مال التجارة .“ (رد المحتار : ٢/٢٦١)

تجارتی اشیاء کے کرایہ پر زکوٰۃ کا حکم:

تجارتی گاڑی، پلاٹ وغیرہ اگر کرایہ پر دیا جائے اور اس میں تجارت کی نیت بھی باقی ہو اور کرایہ نقدی کی صورت میں وصول کیا جائے تو اس میں بہرحال زکوٰۃ لازم ہے۔ اگر کرایہ کسی اثاثے کی صورت میں وصول کیا جائے مثلاً کپڑا، اناج وغیرہ تو اس میں جب تک مبادلہ کے وقت تجارت کی نیت نہ کی جائے اس وقت تک اس میں زکوٰۃ لازم نہیں۔

فى الشامية : ” لكن ذكر فى البدائع الاختلاف فى بدل منافع عين معدة للتجارة، ففى كتاب زكاة الأصل أنه للتجارة بلا نية وفى الجامع ما يدل على التوقف على النية، وصحح مشايخ بلخ رواية الجامع، لأن العين وإن كانت للتجارة لكن قد يقصد ببدل منافعهما المنفعة، فتوجر الدابة لينفق عليها والدار للعمارة فلا تصير للتجارة مع التردد إلا بالنية .“(٢:٢٦٨)

کسب وحرفت میں استعمال ہونے والی اشیاء میں زکوٰۃ کی تفصیل:

کسب وحرفت میں استعمال ہونے والی چیزوں پر بھی زکوٰۃ لازم ہوتی ہے، خواہ وہ چیز ایسی ہو کہ استعمال کرنے سے وہ چیز خود تو خرچ ہو جاتی ہو، مگر اس کا اثر مصنوع میں باقی رہے مثلاً کپڑے رنگنے والوں کے پاس رنگ کے پاؤڈر، یا وہ چیز استعمال سے ختم نہ ہوتی ہو بلکہ باقی رہے، مثلاً عطر کشید کرنے والوں کے پاس موجود شیشیاں جن میں عطر بھر کر فروخت کرتے ہیں۔ اس طرح کی تمام چیزوں میں زکوٰۃ لازم ہے۔ البتہ جو چیز خود بھی ختم ہو جاتی ہو اور اس کا اثر بھی مصنوع میں باقی نہ رہے، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ جیسے صابن وغیرہ۔

فی الدر: " وکذالك آلات المحترفين ." وفی الحاشية: " أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه فی الانتفاع كالقدوم والمبرد، أو تستهلك، لكن هذا منه مالا يبقى أثر عينه كصابون وجرض الغسال، ومنه ما يبقى كعصفر وزعفران لصباغ، ورهن وعفص لدباغ، فلا زكاة فی الأولين، لأن ما يأخذ من الأجرة بمقابلة العمل، وفی الأخير الزكاة إذا حال عليه الحول، لأن المأخوذ بمقابلة العين كما فی الفتح. قال: وقوارير العطارين ...... إن كان من غرض المشترى بيعها بها، ففيها الزكاة، وإلا فلا ." (ردالمحتار مع الدر: ۲/ ۲٦٥، ۲٦٦)

گروی کے طور پر رکھے ہوئے مال میں زکوٰۃ کا حکم:

مالِ زکوٰۃ (نقدی، سونا، چاندی، مالِ تجارت) جب گروی کے طور پر قرض خواہ یا فروخت کنندہ کے پاس رکھا جائے تو اس کی زکوٰۃ نہ قرض خواہ اور فروخت کنندہ پر لازم ہے، نہ مقروض (مالک) پر لازم ہے نہ ابھی لازم ہے اور نہ واپس لینے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ گروی جس چیز کے بدلے رکھی گئی ہے خواہ اس کے بقدر ہو یا اس سے زیادہ قیمت والی ہو، دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

فی الشامية : ” ولا فی مرهون أی ولا علی المرتهن، لعدم ملك الرقبة، ولا علی الراهن لعدم اليد وإذا استرده الراهن لا يزکی عن السنين الماضية ...... ويدل عليه قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن.ح، وظاهره ولو کان الرهن أزيد من الدين.ط ...... لا فرق فی الرهن بين السائمة والدراهم. (۲/۲٦۳)

کمپنی کے شیئرز پر زکوٰۃ کا حکم:

کمپنیوں کے شیئرز بھی مالِ تجارت میں داخل ہیں اوران کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ کمپنی کے شیئرز کمپنی کا منافع (Dividend) حاصل کرنے کے لئے خریدے جائیں،اس کی زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ جس کمپنی کے شیئرز ہوں اس کمپنی کے جامد اثاثوں مثلاً بلڈنگ،مشینری، کاروں وغیرہ اورنقد اثاثوں،سامانِ تجارت، خام مال کا تناسب معلوم کیا جائے، یہ تناسب متعلقہ کمپنی ہی سے معلوم ہوسکتا ہے،اس کے بعد جتنے فیصد جامد اثاثے ہیں ان کے تناسب سے شیئرز کی رقم منہا کرکے باقی کی زکوٰۃ اداء کی جائے،مثلاً شیئرز کی قیمت ٦۰ روپے ہے،کمپنی کے جامد اثاثے ۴۰ فیصداور نقد، خام مال، سامانِ تجارت ٦۰ فیصد ہے تو اس صورت میں شیئرز کی پوری قیمت ٦۰ روپے کی بجائے ۳٦ روپے کی زکوٰۃ اداء کرنا لازم ہے،البتہ اگر اثاثوں کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے تو اس صورت میں احتیاطاً ان شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ اداء کی جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کمپنی کے شیئرز ”کیپیٹل گین“ کے لئے خریدے جائیں کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو فروخت کئے جائیں گے،اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی،لہٰذا جس دن زکوٰۃ اداء کرنا ہوتو اس دن ان شیئرز کی جو قیمت ہوگی (بازاری قیمت)اس پوری قیمت کی زکوٰۃ اداء کرنا لازم ہے۔

(فقهی مقالات:۳/۱۵۲،۱۵۳)

کمپنی کا شیئرز کی زکوٰۃ کاٹنا:

جب کمپنی شیئرز پر سالانہ منافع تقسیم کرتی ہے اس وقت وہ زکوٰۃ کاٹ لیتی ہے، لیکن عموماً کمپنی ان شیئرز کی فیس ویلیو کی بنیاد پر زکوٰۃ کاٹتی ہے،حالانکہ شرعاً ان شیئرز کی مارکیٹ قیمت پر زکوٰۃ لازم ہے،لہٰذا فیس ویلیو پر جو زکوٰۃ کاٹ لی گئی ہے وہ تو اداء ہوگئی، البتہ فیس ویلیو اور مارکیٹ ویلیو کے درمیان جو فرق ہے اس کی زکوٰۃ شیئرز کے مالک پر اداء کرنا لازم ہے۔

کارخانہ کی کن اشیاء پر زکوٰۃ لازم ہے؟

اگر کوئی شخص فیکٹری کا مالک ہے تو اس فیکٹری میں جو تیار شدہ مال ہے اسکی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح جو مال تیاری کے مختلف مراحل میں ہے یا خام مال کی شکل میں ہے اس پر بھی زکوۃ واجب ہے، البتہ فیکٹری کی مشینری، بلڈنگ، گاڑیوں وغیرہ جامد اثاثوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی کاروبار میں شرکت کے لئے روپیہ لگایا ہوا ہے اور اس کاروبار کا کوئی متناسب حصہ اس کی ملکیت ہے تو جتنا حصہ اس کی ملکیت ہے اس حصے کے قابلِ زکوٰۃ اموال کی بازاری قیمت کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔(فقھی مقالات : ۱۵٤/۳)

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ اداء کرنے کا طریقہ:

سوال: ایک شخص نے دو تین سال کی زکوٰۃ اداء نہیں کی، اب وہ گزشتہ تین سالوں میں سے دوسرے اور تیسرے سال کے کل سرمایہ کی زکوٰۃ اداء کرے گا یا پہلے سال کی زکوٰۃ نکالنے کے بعد باقی سرمایہ کی زکوٰۃ اداء کرے گا؟ (حماد۔کراچی)

جواب: پہلے سال کی زکوٰۃ اداء کرنے کے بعد جو سرمایہ باقی بچا ہے دوسرے سال کے لئے صرف اس کی زکوٰۃ اداء کرے، پھر اس کے بعد جو سرمایہ باقی ہے تیسرے سال کے لئے اس کی زکوٰۃ دے۔یعنی ہر سال زکوٰۃ میں دی گئی رقم منہا کر کے باقی سرمایہ کی زکوٰۃ اداء کرے بشرطیکہ

ہر پہلے سال کی زکوۃ منہا کرنے کے بعد دوسرے سال ادائیگی زکوۃ کی مقرر تاریخ میں رقم بقدرِ نصاب بچ جاتی ہو۔

” فلو كان له نصاب حال عليه حولان ولم يزكه فيهما لازكاة عليه في الحول الثاني وكذا لو استهلك النصاب بعد الحول ثم استفاد نصابا آخر وحال عليه الحول لازكاة في المستفاد لاشتغال خمسة منه بدين المستهلك أما لو هلك يزكي المستفاد لسقوط زكاة الأول بالهلاك بحر، والمطالب هنا (عند عدم أداء الزكاة) السلطان تقديراً، لأن الطلب له في زكاة السوائم وكذا في غيرها .“

(شامية:٢ / ٢٦٠)

سال گزرنے سے پہلے کچھ رقم مصارفِ حج میں خرچ ہوگئی:

سوال: ایک شخص ہر سال یکم رمضان کو زکوۃ نکالتا ہے، اس سال اس کی حج پر جانے کی نیت ہے، لہٰذا اس نے حج پر جانے کے لئے پیشگی رقم جمع کرادی ہے، روانگی شعبان میں متوقع ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ جو رقم جمع کی گئی ہے اس کی زکوۃ نکالنا فرض ہے یا نہیں؟ (محمد انور۔ لاہور)

جواب: آمدورفت کا کرایہ اور معلم کی فیس وغیرہ کے لئے جو رقم دی گئی ہے وہ چونکہ خرچ ہو گئی، لہٰذا اس پر زکوۃ نہیں، اس سے زائد رقم جو کرنسی کی صورت میں اس کو واپس ملے گی اس میں سے یکم رمضان تک جو رقم بچے اور وہ بقدرِ نصاب ہو یا دوسرے اموالِ زکوۃ کے ساتھ ملا کر بقدرِ نصاب ہو جائے تو اس پر زکوۃ فرض ہے۔

وجوبِ زکوۃ کی تاریخ آنے کے بعد مقروض ہوگیا:

اگر کوئی شخص اتنا مقروض ہو جائے کہ قرض منہا کرنے کے بعد باقی مال بقدرِ نصاب نہ ہو اور وہ قرض بھی فوری طور پر واجب الاداء ہو تو اس پر زکوۃ لازم نہیں، لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب

زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے مقروض ہو جائے، اگر سال پورا ہو گیا اور زکوٰۃ لازم ہو گئی، لیکن اب تک ادا نہیں کی کہ مقروض ہو گیا تو اس پر زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

” وهـذا إذا كـان الـديـن فى ذمته قبل وجوب الزكاة، فلو لحقه بعده لم تسقط الزكوة لأنهاثبتت فى ذمته فلا يسقطها ما لحق من الدين بعد ثبوتها، جوهرة .“

(رد المحتار : ٢/ ٢٦٠)

حوائج اصلیہ کے لئے رکھی ہوئی نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے:

سوال: ایک شخص کے پاس کئی ہزار روپے جمع ہیں، ان پر سال گذر چکا ہے مگر اس کے پاس نہ مکان ہے اور نہ ہی گھریلو سامان، ابھی شادی بھی نہیں کی، انہی ضروریات کے لئے پیسے جمع کر رہا ہے، اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

(حماد۔راولپنڈی)

جواب: اس پر زکوٰۃ فرض ہے، البتہ اگر سال پورا ہونے سے قبل تعمیر مکان کا سامان یا گھریلو استعمال کی اشیاء وغیرہ خرید لیں اور بقیہ رقم بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

” ويـخـالفه ما فى المعراج فى فصل زكوة العروض : أن الزكاة تجب فى النقد كيـفـمـا أمسـكـه، لـلـنـماء أوللنفقة، كذا فى البدائع فى بحث النماء التقديرى .“

(شامية:٢/ ٢٦٢)

تجارت کی نیت سے کوئی چیز خریدی لیکن اب تک قبضہ نہیں ہوا:

مال تجارت میں اس وقت زکوٰۃ فرض ہے، جب خریدار کے قبضہ میں آجائے، صرف خریدنے سے زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی، اگر چہ اس پر سال گزر جائے۔ نیز ایسے مالِ تجارت کی زکوٰۃ فروخت کنندہ پر بھی نہیں کیونکہ یہ مال اس کی ملک نہیں رہا اور زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مال کا مملوک ہونا شرط ہے۔

”قلت : وخرج أيضا نحو المال المفقود والساقط فى بئر ومغصوب لا بينة عليه فلا زكاة عليه إذا عاد إليه كما سيأتى، لأنه وإن كان مملوكا له رقبة لكن لا يد عليه كما أفاده فى البدائع، وخرج به أيضا كما فى البحر المال المشترىٰ للتجارة قبل القبض والآبق المعد للتجارة .“ (ردالمحتار:۲/۲٦۰)

سال گزرنے کے بعد مال کا کچھ حصہ صدقہ کر دیا:

کسی کے پاس بقدرِ نصاب مال زکوٰۃ موجود تھا اوراس پر سال گزر گیا،اس کے بعد اس نے مال کا کچھ حصہ مثلاً آدھا یا تہائی حصہ صدقہ کیا تو جتنا حصہ صدقہ کیا ہے اس کی زکوٰۃ ساقط نہیں ہوئی بلکہ اس کی بھی اور جتنا حصہ باقی ہے اس کی بھی سب کی زکوٰۃ دینا لازم ہے،ہاں اگر پورا نصاب صدقہ کیا تو پھر اس میں زکوٰۃ بھی اداء ہوگئی اگر چہ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ کی ہو،دوبارہ ادائیگی کی ضرورت نہیں۔

فى الدر : ”ولو تصدق ببعضه لا تسقط حصته عند الثانى، خلافاً للثالث .“

وفى الحاشية : ”قوله خلافا للثالث:أشار بذلك تبعا لمتن الملتقى إلى اعتماد قول أبى يوسف ولذا قدمه قاضيخان وقد أخره فى الهداية مع دليله، وعادته تأخيرالمختارعنده على عكس عادة قاضيخان .“ (ردالمحتارمع الدر : ۲/ ۲۷۰)

زکوٰۃ کی ادائیگی

عیدی کے نام سے زکوٰۃ دینا:

زکوٰۃ میں دینے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے،اگر اسے عیدی کہا جائے اوراسی نام سے مستحق رشتہ داروں کو دی جائے یا خوشخبری سنانے والے کو خوش کرنے کے لئے دی جائے،اسی طرح باغ کا تازہ پھل ہدیہ کرنے والے کو قیمت کے نام سے نہیں بلکہ ویسے ہی اس کو خوش کرنے کے لئے دی جائے اور نیت زکوٰۃ کی ہو تو ان سب صورتوں میں زکوٰہ اداء ہو جاتی

ہے، بشرطیکہ جسے دی جارہی ہے وہ مستحق زکوٰۃ ہو۔

فی الدر : " دفع الزکاۃ إلی صبیان أقاربه برسم عید أو إلی مبشر أو مهدی الباکورۃ جاز إلا إذا نص علی التعویض ." (۳۵٦/۲)

عشر وزکوٰۃ چوری ہوجانے کی صورت میں ادائیگی کا حکم:

کسی نے زکوٰۃ یا عشر اداء کرنے کی نیت سے رقم یا سامان الگ کر کے رکھ دیا اور اس کے علم ورضا کے بغیر کسی نے اٹھا لیا تو اس صورت میں عشر وزکوٰۃ اداء نہیں ہوئی، بلکہ دوبارہ دینا ضروری ہے، الا یہ کہ بعد میں لینے والے شخص کا علم ہو جائے اور صاحبِ مال اسے پہچانتا ہو اور وہ مستحق زکوٰۃ بھی ہو اور وہ مال اس کی ملکیت میں موجود بھی ہو اور اس کے لینے پر زکوٰۃ دہندہ راضی بھی ہو جائے تو پھر زکوٰۃ اداء ہو جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو زکوٰۃ اداء نہ ہوگی۔

فی الدر : " ولو وضعها علی کفه فانتهبها الفقراء جاز ."

وفی الحاشیة : " وینبغی تقییده بما إذا کان الانتهاب برضاه لاشتراط اختیار الدفع فی الأموال الباطنة کما مر فی مسئلة البغاۃ، ویدل علیه المسألة الآتیة ."

والمسألة الآتیة قول صاحب الدر : ولو سقط مال فرفعه فقیر فرضی به جاز إن کان یعرفه أی یعرف شخصه لئلا یکون تملیکا لمجهول لأنه إذا لم یعرفه بأن جاء إلی موضع المال فلم یجده وأخبره أحد بأنه رفعه فقیر لا یعرفه ورضی المالك بذلك لم یصح لأنه یکون إباحة والشرط فی الزکاۃ التملیك. قوله والمال قائم: لأنه لو رضی بذلك بعد ما استهلك الفقیر المال لم تصح نیته کما مر ." (ردالمحتار مع الدر : ۳۵٦/۲)

زکوۃ وعشر کو الگ کرتے وقت نیت کافی ہے، دیتے وقت ضروری نہیں:

زکوۃ کی ادائیگی کے لئے نیتِ زکوۃ ہونا ضروری ہے، اگر زکوۃ کی رقم جدا کرتے وقت نیت کر لی جائے تو بھی کافی ہے۔ اگرچہ دیتے وقت نیت نہ ہو، ہاں دیتے وقت زکوۃ کے علاوہ کسی دوسری چیز کی نیت کرے مثلاً قرض وغیرہ تو پھر زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

" وأما شرط أدائها فنية مقارنة للأداء أو لعزل ما وجب، هكذا في الكنز."

(هندية : ١/ ١٧٠)

البتہ اگر زکوۃ کی رقم علیحدہ نہیں کی گئی اور ویسے نیت کر لی کہ جو میں دوں گا وہ میری طرف سے زکوۃ ہوگی تو یہ کافی نہیں، ایسی صورت میں دیتے وقت نیتِ زکوۃ ضروری ہے ورنہ زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

" ولو قال ما تصدقت إلى آخر السنة فقد نويت عن الزكاة لم يجز كذا في السراجية." (هندية: ١/ ١٧١)

بینک کا زکوۃ کاٹنا:

سوال: حکومت بینک میں جمع شدہ اموال کی زکوۃ کاٹتی ہے، کیا زکوۃ اداء ہو جائے گی؟ دوبارہ اداء کرنا تو ضروری نہیں؟ (سید رؤف زرولی۔صوابی)

جواب: اگرچہ حکومت کا طریق کار غلط ہے، تاہم "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی" کے فیصلے کے مطابق زکوۃ اداء ہو جاتی ہے، دوبارہ اداء کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ رقم کا مالک یکم رمضان (جس کو کٹوتی ہوتی ہے) آنے سے پہلے دل میں یہ نیت کر لے کہ میری رقم سے جو زکوۃ کٹے گی وہ میں اداء کرتا ہوں۔

سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لئے بھی درخواست دے کر زکوۃ کی کٹوتی سے استثناء کی رعایت دے دی گئی ہے، چونکہ تجارب سے

ثابت ہوا ہے کہ حکومت زکوٰۃ کو مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنے کے سلسلے میں احتیاط سے کام نہیں لیتی، اس لئے سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق دی گئی استثناء کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درخواست دے کر استثناء حاصل کر لینا چاہیئے اور زکوٰۃ صحیح مصرف میں خود خرچ کرنی چاہیئے۔

زکوٰۃ کے لئے رقم نہ ہو تو قرض لینے کا حکم:

اگر کسی کے ذمہ زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو لیکن اس کے پاس رقم یا ایسی کوئی چیز نہیں کہ اس سے زکوٰۃ ادا کرے تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت تک لازم نہیں جب تک رقم یا ایسی چیز ملکیت میں نہ آجائے، ہاں اگر قرض لینے کی صورت میں قرض کی ادائیگی کا غالب گمان ہو تو پھر قرض لینے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے، البتہ اگر ادائیگی کی طاقت نہ ہو اور نہ غالب گمان ہو کہ قرض کی ادائیگی کے لئے رقم مہیا ہو جائے گی تو پھر قرض لینے سے اجتناب کرے، جب رقم یا کوئی ایسی چیز حاصل ہو جائے جو زکوٰۃ میں دی جا سکتی ہو تو زکوٰۃ اداء کرے، اگر کئی سال اس طرح گزر گئے ہوں تو سب سالوں کی زکوٰۃ اداء کرے۔

فی الشامية: ولو لم يكن عنده مال فأراد أن يستقرض لأداء الزكاة إن كان أكبر رأيه أنه يقدر على قضائه فالأفضل الاستقراض وإلا فلا لأن خصومة صاحب الدين أشد ." (شامية: ۲/۲۷۲)

زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی اداء کرنا، باقی کو تجارت میں لگانا:

بعض تاجر زکوٰۃ کا حساب لگا کر یکمشت اداء نہیں کرتے بلکہ اس رقم کو قابل اداء کھاتے میں درج کر دیتے ہیں، پھر تھوڑی تھوڑی کر کے خرچ کر دیتے ہیں اور زکوٰۃ کی مکمل ادائیگی تک وہ رقم کاروبار میں لگی رہتی ہے، اس طریقے سے زکوٰۃ تو اداء ہو جائے گی لیکن بلا عذر اس تاخیر کا گناہ ہوگا، البتہ اس صورت میں زکوٰۃ کی رقم کاروبار میں لگا کر جو منافع کمایا ہے وہ جائز ہے کیونکہ یہ

رقم اب تک اس کی ملکیت ہے اور اپنی ملکیت کا منافع جائز ہے۔

فی الشامية : " فتكون الزكاة فريضة وفوريتها واجبة فيلزم بتأخيرها من غير ضرورة الإثم، كما صرح به الكرخي والحاكم الشهيد في الملتقى وهو عين ما ذكره الإمام أبو جعفر عن أبي حنيفة أنه يكره فإن كراهة التحريم هي المحمل عند إطلاق إسمها ...... " (۲/۲۷۲)

حساب لگائے بغیر متفرق طور پر زکوٰۃ دینے کا حکم:

سوال: کسی نے مختلف اوقات میں مختلف مساکین کو زکوٰۃ کی رقم دی، لیکن اب اسے معلوم نہیں کہ واجب الاداء زکوٰۃ مکمل طور پر دی جا چکی ہے یا کچھ باقی ہے؟

جواب: ایسی صورت میں غالب گمان کا اعتبار ہے، سوچنے کے بعد جتنی رقم کی ادائیگی کا غالب گمان ہو اسے اداء شدہ تصور کیا جائے اور باقی ماندہ رقم مستحقین کو دی جائے، محض شک سے زکوٰۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری سے بری نہ ہوگا، لہٰذا جتنی مقدار کے بارے میں غالب گمان ہو صرف اتنی مقدار کو اداء شدہ سمجھے، اگر کسی بھی مقدار کے متعلق غالب گمان نہ ہو تو از سرِ نو پوری زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

فی الشامية : " قلت : وحاصله أنه يتحرىٰ في مقدار المؤدى، كما لو شك في عدد الركعات، فما غلب على ظنه أنه أداه سقط عنه، وأدى الباقي، وإن لم يغلب على ظنه شيئ أدى الكل ." (۲/۲۹۵)

بنامِ قرض زکوٰۃ دی تو اداء ہوگئی:

سوال: زید نے بکر کو سو روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دیئے اور زکوٰۃ کا نام نہیں لیا اور کہا کہ ان پیسوں سے اپنا کام کرلے، جب تیرے پاس ہوں دے دینا۔ زکوٰۃ کا نام اس لئے نہیں لیا کہ بکر زکوٰۃ لینے کو معیوب جانتا تھا، سال دو سال کے بعد بکر نے زید کو سو روپے واپس دے

دیئے، اب زید وہ پیسے دوسرے مسکین کو دے دے یا کیا کرے؟ شرعًا اس طرح زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (عبدالجبار۔ساہیوال)

جواب: زکوٰۃ اداء کرتے وقت زکوٰۃ کا ذکر ضروری نہیں، اس لئے یہ زکوٰۃ اداء ہوگئی تھی، واپس لینا جائز نہیں تھا، بکر کو واپس دینا لازم ہے، اگر زکوٰۃ کا اظہار مناسب نہ ہو تو بکر پر یوں ظاہر کرے کہ میں نے قرض معاف کر دیا ہے یا ہدیہ کے نام سے واپس دیدے۔

البتہ اگر قرض ہی کی نیت سے زکوٰۃ کی رقم دی تو یہ قرض شمار ہوگی، اس کا واپس لینا اور کسی مستحق کو بنیتِ زکوٰۃ دینا لازم ہے، اگر کسی فقیر کو اس قرض کی وصولی کا وکیل بنا کر اسے کہا جائے کہ آپ وصول کرنے کے بعد اسے بطورِ زکوٰۃ رکھ لیں تو بھی جائز ہے۔

" نوی الزکاۃ إلا أنه سماہ قرضا جاز فی الأصح، لأن العبرۃ للقلب لا للسان ."

(شامیة : ٦/٧٣٣)

وفیها : " وفی صورتین لا یجوز : الأولی أداء الدین عن العین کجعله ما فی ذمة مدیونه زکاۃ لماله الحاضر، بخلاف ما إذا أمر فقیرا بقبض دین له علی آخر عن زکاۃ مال عندہ فإنه یجوز ." (٢/٢٧١)

مسکین کو قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی:

سوال: ایک شخص کا کسی فقیر پر قرض ہے، اس نے مقروض فقیر سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا قرض زکوٰۃ میں معاف کر دیا، اس کے ایسا کہنے سے زکوٰۃ اداء ہوگئی یا نہیں؟ (اسلم۔ترارکھل، آزادکشمیر)

جواب: قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ قرض دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں ہوتی۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اس مسکین شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے کر اپنے قرض میں واپس لے لی جائے، اگر خوشی سے واپس نہ کرے تو جبراً بھی لے سکتے ہیں، اگر یہ خطرہ ہو کہ وہ واپس

نہیں کرے گا تو یہ تدبیر کی جائے کہ اس سے کہا جائے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو وکیل بنائے جو اس کی طرف سے زکوٰۃ کی رقم وصول کرکے پھر معطی کا قرض اداء کردے۔

”وفی صورتین لا یجوز: الأولی أداء الدین عن العین کجعله مافی ذمة مدیونه زکاۃ لماله الحاضر.“ (شامیة: ۲/ ۲۷۱)

”وحیلة الجواز أن یعطی مدیونه الفقیر زکاته ثم یأخذها عن دینه، ولو امتنع المدیون مد یده وأخذها،لکونه ظفر بجنس حقه، فإن منعه رفعه للقاضی.“

(درمختار: ۲/ ۲۷۱)

قبل از وقت زکوٰۃ کی ادائیگی:

زکوٰۃ کی مقررتاریخ آنے سے پہلے زکوٰۃ اداء کرنے سے اداء ہوجائے گی،لیکن اس میں تین شرائط ہیں:

۱۔ قبل الوقت زکوٰۃ اداء کرتے وقت اداء کرنے والا صاحب نصاب ہو، اگر اداء کرتے وقت صاحبِ نصاب نہیں تھا، بعد میں صاحبِ نصاب بن گیا ہوتو دوبارہ زکوٰۃ اداء کرنا لازم ہے۔

۲۔ جس نصاب کی زکوٰۃ دی ہے یہ نصاب مکمل یا اس کا کچھ حصہ آخر سال تک باقی ہو، اگر درمیان میں یہ نصاب بالکل ختم ہوگیا ہوحتی کہ ایک روپیہ بھی نہ بچا ہو، اس کے بعد دوبارہ نیا نصاب حاصل گیا تو اس نئے نصاب کی مستقل زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

۳۔ جس سال کی ابتداء میں زکوٰۃ دی ہے اس سال کی انتہاء میں مال کا نصاب مکمل ہو، اگر آخری تاریخ میں نصاب پورا نہ ہوتو آیندہ سال کے نصاب سے یہ زکوٰہ اداء شمار نہ ہوگی بلکہ اس کے لئے مستقل زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

لیکن قبل الوقت زکوٰۃ کی ادائیگی افضل نہیں ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ سال گزرنے کے

بعد زکوٰۃ اداء کی جائے۔

فی الشامیه (قوله ولو عجل ذو نصاب) قید بکونه نصابا، لأنه لو ملك أقل منه فعجل خمسة عن مائتین ثم تم الحول علی مأتین لا یجوز. وفیه شرطان آخران: أن لا ینقطع النصاب فی أثناء الحول،فلوعجل خمسة عن مأتین جازماعجل بخلاف مالوهلك الکل، وأن یکون النصاب کاملا فی آخر الحول."

(شامیة:۲/۲۹۳)

وفیها: "قال فی البحر:ولا یخفی أن الأفضل عدم التعجیل لاختلاف فیه عند العلماء ولم أره منقولا." (۲/۲۹۳)

زکوٰۃ کی بعض خاص صورتیں

بینک کی کمائی اور دوسرے حرام اموال میں زکوٰۃ لازم نہیں:

اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب مال موجود ہے لیکن وہ مال حرام ہے، غصب، چوری، سود یا جوا یا کسی بھی حرام ذریعۂ آمدن جیسے بینک کی کمائی کی رقم ہے تو اس میں زکوٰۃ لازم نہیں، بلکہ یہ ساری رقم مالک کو پہنچانا لازم ہے، اگر مالک مر گیا ہو یا معلوم نہ ہو یا اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس کے وارثوں تک پہنچانا لازم ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی نہ مل سکے تو بغیر نیتِ ثواب کے فقراء کو دینا لازم ہے۔ اسی طرح بیمہ کی رقم پر ملنے والا منافع بھی واجب التصدق ہے اور اس میں زکوٰۃ نہیں، البتہ اصل جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ لازم ہے۔

فی الشامیة: "فی القنیة: لو کان الخبیث نصابا لایلزم الزکاة، لأن الکل واجب التصدق علیه فلا یفید إیجاب التصدق ببعضه ومثله فی البزازیة."

وقال: "إن المغصوب إن علمت أصحابه أو ورثتهم وجب رده علیهم وإلا وجب التصدق به." (۲/۲۹۱)

پگڑی کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم:

مروجہ پگڑی لینا دینا چونکہ جائز نہیں ہے، شرعاً مالک مکان پر لازم ہے کہ وہ یہ رقم کرایہ دار کو واپس کردے، اگر وہ یا اس کا کوئی وارث نہ ہو تو بلا نیتِ ثواب ساری رقم فقراء کو دے، جب اس کی شرعی حقیقت یہی ہے تو اس کی زکوٰۃ کرایہ دار پر تو لازم نہیں کیونکہ مالکِ مکان اسے یہ رقم واپس نہیں کرتا، لہٰذا یہ دین مجحود (جس کا مقروض نے انکار کردیا ہو) کے حکم میں ہے یا مرہون کے حکم میں ہے جس پر زکوٰۃ لازم نہیں۔اسی طرح مالک مکان پر بھی اس کی زکوٰۃ لازم نہیں کیونکہ یہ اس رقم کا مالک ہی نہیں ہوا، بلکہ اس پر لازم ہے کہ پگڑی کی ساری رقم مالک یا اس کے ورثہ کو لوٹا دے، یہ ممکن نہ ہو تو فقراء کو بلا نیتِ ثواب دے، البتہ اگر کہیں پگڑی کی یہ رقم کرایہ دار کو واپس کردینے کا رواج ہو یا کرایہ دار اور مالک کے درمیان واپسی طے پا جائے تو پھر کرایہ دار پر اس کی زکوٰۃ لازم ہوگی، جس میں وہی تفصیل ہوگی جو آگے عنوان: ''قرض پر زکوٰۃ کی تفصیل'' کے تحت قسمِ اوّل میں آرہی ہے۔

" لأنه لا زكاة في دين لا يرجى حصوله ولا في المال الخبيث ولا في المرهون ".

مشترکہ ترکے میں تقسیم سے پہلے زکوٰۃ کا حکم:

میت کے ترکہ میں زکوٰۃ کا حکم یہ ہے کہ یہ چونکہ مرحوم کے مرتے ہی ورثہ کی ملکیت میں آگیا ہے، لہٰذا جو وارث اموالِ زکوٰۃ میں سے کسی مال کے جتنے حصہ کا حقدار ہو تنہا وہ مال یا دوسرے قابلِ زکوٰۃ اموال کے ساتھ ملا کر بقدرِ نصاب بن جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہے ورنہ نہیں، کل ترکہ سے زکوٰۃ اداء کرنا صحیح نہیں، کیونکہ اس میں ورثہ میں بعض صاحبِ نصاب بعض غیر صاحبِ نصاب بھی ہوسکتے ہیں، بعض کی زکوٰۃ کی مقدار کم بعض کی زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔

" وهذا كله ظاهر من القواعد ومسائل الفقه ".

زیور پر زکوٰۃ

زیور کی زکوۃ کے متعلق تفصیل:

زیورا کیلے ہوں، دوسرا کوئی مالِ زکوٰۃ ساتھ نہ ہواور یہ زیورسونے کے ہوں تو وجوبِ زکوٰۃ کے لئے ساڑھے سات تولہ اور چاندی کے ہوں تو ساڑھے باون تولہ ہونا ضروری ہے،اس سے کم وزن میں زکوٰۃ لازم نہیں، البتہ اگرسونا چاندی دونوں کے زیور ہوں یا مالِ تجارت یا نقدی بھی ساتھ ہوتو پھروزن کونہیں دیکھا جائے گا، بلکہ سب کی قیمت لگائی جائے گی،اگران سب کی قیمت **۶۱۲٫۳۵** گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہوتو ان میں زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔باقی زیورمیں صرف سونے یا چاندی کی قیمت لگائی جائے گی،موتیوں نگینوں اور زیور بنوانے کی اجرت شامل نہیں کی جائے گی، نیز نصاب معلوم کرنے کے لئے زیورمیں موجودسونے کی قیمت لگائی جائے گی،اگرخالص سونا ہےتو خالص سونے کی قیمت،اگراس میں ملاوٹ ہےتو ملاوٹ شدہ سونے کی قیمت لگائی جائے گی، نیز اس میں قیمتِ خریدنہیں لگائی جائے گی بلکہ جس دن زکوٰۃ لازم ہوئی ہےاس دن کی قیمت لگائی جائے گی۔ملاوٹ شدہ سونے میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھوٹ کی مقدارمعلوم کرکےاس کونکال کرخالص سونے کی زکوۃ اداءکرے۔

فی الدر : ”وتعتبر القيمة يوم الوجوب .“ (۲۸۶/۲)

وفيه : وغالب الفضة والذهب فضة وذهب .“

وفی الحاشية : ”أى فتجب زكاتهما لا زكاة العروض .“ (۳۰۰/۲)

وفيه : ”لا زكاة فی اللآلی والجواهر وإن ساوت ألفا .“ (۲۷۳/۲)

وفـی الشـامية : ”ولـولـه إبـريق فضة وزنه مائة وقيمته لصياغته مئتان، لا تجب الـزكوة باعتبار القيمة، لأن الجودة والصنعة فی أموال الربا لا قيمة لها عند انفرادها ولا عند المقابلة بجنسها .“ (۳۰۳/۲)

زیور کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

بہت سی خواتین اپنے شوہروں کو کہتی ہیں کہ ہمارے زیور کی زکوٰۃ آپ اداء کریں، کیونکہ ہمارے پاس زکوٰۃ اداء کرنے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔

ایسی صورت میں شوہر پر لازم نہیں کہ وہ بیوی کی طرف سے زکوٰۃ اداء کرے، بلکہ بیوی پر خود اداء کرنا لازم ہے، اگر نقد رقم ہے ہی نہیں، زیور ہی ہیں تو ان میں سے کچھ فروخت کر کے ان کی قیمت سے زکوٰۃ اداء کرے، تاہم اگر شوہر بیوی کے کہنے پر زکوٰۃ اداء کرے تو زکوٰۃ اداء ہو جائے گی اور یہ رقم بیوی کے ذمہ قرض ہے، شوہر کو وصول کرنے کا حق ہے اور چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے۔

فی الشامیة : " ولو تصدق عنه بأمره جاز ویرجع بمادفع عند أبی یوسف ." (۲/۲۶۹)

بیوی پر زیور کی زکوٰۃ کب لازم ہے؟

بیوی پر زیور کی زکوٰۃ جب لازم ہے جب وہ زیور بیوی ہی کی ملکیت ہوں، اگر زیور شوہر کی ملکیت ہوں، بیوی صرف اسے استعمال کرتی ہے تو اس کی زکوٰۃ بیوی پر نہیں شوہر پر لازم ہے۔

سونے، چاندی کے سوا دوسرے قیمتی پتھروں میں زکوٰۃ لازم نہیں:

زمرد، ہیرے جواہرات اور دوسرے قیمتی پتھروں میں یا ان سے بنے ہوئے زیور میں زکوٰۃ لازم نہیں، اِلا یہ کہ تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہوں اور سال پورا ہونے تک یہ نیت باقی ہو تو پھر مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لازم ہوگی۔

فی الدر : " لا زکاة فی اللآلی والجواهر وإن ساوت ألفا إلا أن تکون للتجارة ...... وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو کسب المال بالمال بعقد شراء أوإجارة اواستقراض ." (۲/۲۷۳)

قرض پر زکوٰۃ کی تفصیل

قرض کی اقسام اور حکم:

قرض کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ دَین قوی: جیسے کسی کو نقد رقم قرض دی ہے یا کسی کو مالِ تجارت یا وہ مواشی جن میں زکوٰۃ فرض ہو فروخت کئے ہیں اور قیمت وصول نہیں کی، اس قسم کے دین میں وصول ہونے سے پہلے گزرے ہوئے تمام سالوں کی زکوٰۃ فرض ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کے پاس اس قرض کے علاوہ مالِ زکوٰۃ بقدر نصاب موجود ہے تو جتنی رقم بھی قرض سے وصول ہوتی جائے اس کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ اداء کرنا ضروری ہے اگر کسی سال زکوٰۃ کی مقرر تاریخ تک کچھ وصول نہ ہو تو آئندہ سال وصول ہونے والی مقدار کی دو سال کی زکوٰۃ اداء کرے، اگر اس کے پاس قرض کے علاوہ نصاب نہ ہو جبکہ یہ قرض بقدرِ نصاب ہو تو جب نصاب (۶۱۲ء۳۵ چاندی کی قیمت) کے پانچویں حصہ کے بقدر قرض وصول ہو جائے تو اس کی گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ اداء کرے۔ اس میں تأخیر کرنے سے گناہ ہوگا۔ اگر قرض وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ دی تو بھی حرج نہیں اور آسانی بھی اس میں ہے۔

۲۔ دَین متوسط: جو نقدی کی شکل میں دوسرے کو قرض نہ دیا ہو، نہ مالِ تجارت فروخت کرنے کے عوض دوسرے پر لازم ہوا ہو بلکہ دوسرے اموال اور چیزیں فروخت کرنے کی صورت میں خریدار کے ذمہ واجب الاداء رقم ہو، مثلاً غیر تجارتی اور غیر قابلِ زکوٰۃ اموال یا گھر پر چارہ کھانے والے جانور فروخت کئے تو اس صورت میں بھی وصول ہونے سے پہلے کے گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ لازم ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس قرض کے علاوہ اس کے پاس بقدرِ نصاب مالِ زکوٰۃ موجود ہو تو اس قرض کا جتنا بھی حصہ وصول ہوتا جائے اس نصاب کے ساتھ ملا کر اس کا حساب لگانا اور مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق زکوٰۃ دینا لازم ہے، اگر ایسا نہیں اور یہ قرض بقدرِ

نصاب ہوتو پھر قرض کی رقم سے جب بقدرِ نصاب رقم وصول ہو جائے تو گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ اداء کرنا لازم ہے، اس سے کم وصول ہونے کی صورت میں ادائیگی لازم نہیں، اگر قرض وصول ہونے سے پہلے پہلے زکوٰۃ دے تو بھی حرج نہیں۔

میراث میں ملنے والا قرض جس بھی نوعیت کا ہو وہ بھی دین متوسط کے حکم میں ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ اس میں گزشتہ زمانے کی زکوۃ لازم نہیں بلکہ جس وقت وہ وارث کی طرف منتقل ہوا یعنی مورث کے مرنے کے بعد سے سال کا حساب لگایا جائے گا۔

البتہ ایک قول دین متوسط پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ لازم نہ ہونے کا بھی ہے، اس پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

صاحبِ بدائع نے اس کی تصریح کی ہے:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : " قلت : لكن قال فى البدائع : إن رواية ابن سماعة أنه لا زكوٰة فيه حتى بقبض المأتين ويحول الحول من وقت القبض هى الاصح من الروايتين عن أبى حنيفة. ومثله فى غاية البيان. وعليه فحكمه حكم الدين الضعيف الآتى. (قوله ومثله ما لوورث دينا على رجل) أى مثل الدين المتوسط فيما مرو نصابه من حين ورثه ." (شاميه : ٢/٣٠٦)

۳۔ دَین ضعیف: جو کسی مال کے بدلے میں لازم نہ ہو مثلاً مہر، دیۃ، خلع کی رقم وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے کہ گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ لازم نہیں، اگر پہلے سے نصاب موجود ہے تو اس قرض کا جتنا بھی حصہ وصول ہوتا جائے اس کو نصاب کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دینا لازم ہے، اگر اس کے علاوہ کوئی نصاب نہیں تو پھر اس میں زکوٰۃ جب واجب ہو گی جب بقدرِ نصاب رقم وصول ہو جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے اور سال کے آخر میں بھی بقدرِ نصاب رقم موجود ہو، اگر ان تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو زکوٰۃ لازم نہیں۔

فی الدر : ” واعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة : قوی ومتوسط وضعيف، فتجب زكاتها إذا تم نصابا وحال الحول، لكن لا فورا بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوی كقرض وبدل مال تجارة، فكلما قبض أربعين درهما يلزمه درهم، وعند قبض مأتين منه لغيرها أي من بدل مال لغير تجارة وهو المتوسط كثمن سائمة وعبيد خدمته، ويعتبر ما مضى من الحول قبل القبض فی الأصح (وفی الحاشية : قد علمت أنه ظاهر الرواية وعبارة الفتح والبحر فی صحيح الرواية .) [وفيه الاحتياط أيضًا] وعند قبض مأتين مع حولان الحول بعده من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع إلا إذا كان عنده ما يضم إلى الدين الضعيف .“

وفی الحاشية : ” أن التقييد بالضعيف عزاه فی البحر إلى الولوالجية والظاهر أنه اتفاقی إذ لا فرق يظهر بينه و بين غيره ...... “ (ردالمحتار مع الدر : ۲/۳۰۵ ۔ ۳۰۷)

مسکین کوقرض معاف کرنے سے زکوٰۃ کا حکم:

اگر مستحق زکوٰۃ پر بقدرِ نصاب یا اس سے زائد قرض ہوتو قرض خواہ کی طرف سے اسے پورا قرض معاف کرنے سے اس قرض کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی، الگ دینے کی ضرورت نہیں، لیکن یہ اس وقت ہے کہ پورا قرض معاف کردے، اگر قرض کا کچھ حصہ معاف کیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوئی، بلکہ معاف کردہ اور باقی سب کی زکوٰۃ دینا لازم ہے، صاحبِ نصاب مقروض کو پورا قرض معاف کرنے سے بھی زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی۔

فی الدر : ” لو أبرأ الفقير عن النصاب صح وسقط عنه .“

فی الحاشية : ” ولو أبرأه عن البعض سقط زكاته دون الباقی ولو نوىٰ به الأداء

عن الباقی، بحر ."

وفی تحریرات الرافعی : " قوله ولو أبرأه : هذا الفرع من موضوع الخلاف کمسألة التصدق التی ذکرها الشارح أیضاً فجزم صاحب البحر بسقوط الزکاة عن القدر المبرأ عنه مبنی علی قول محمد ." وقال فی الحاشیة فی أرجحیة قول الإمام أبی یوسف : " قوله خلافا للثالث، أشاربذلک إلی اعتماد قول أبی یوسف ولذا قدمه قاضیخان وأخره فی الهدایة مع دلیله، وعادته تاخیر المختار عنده علی عکس عادة قاضی خان و صاحب الملتقی ." (ردالمحتار مع الدر : ۲/ ۲۷۰)

وقال فی الدر : " واعلم أن ...... أداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز ".

وفی الحاشیة : " الثانیة (من صورتی عدم الجواز) أداء دین عن دین سیقبض لما تقدم عن البحر وهو ما لو أبرأ الفقیر عن بعض النصاب نا ویا به الأداء عن الباقی، وعلله بأن الباقی یصیر عیناً بالقبض فیصیر مؤدیا بالدین عن العین ."

(ردالمحتار مع الدر : ۲/ ۲۷۱)

وقال : " وقید بالفقیر لأنه لو کان غنیا فوهبه بعد الحول ففیه روایتان أصحهما الضمان بحر عن المحیط أی ضمان زکاة ما وهبه لأنه استهلکه بعد الوجوب ".

(شامیة : ۲/ ۲۷۰)

قرض وصول ہونے کی امید نہ ہوتو اس پر زکوٰۃ نہیں:

سوال: زید کا لوگوں پر قرض ہے، تقریباً تین سال سے مقروض لوگ صرف وعدے کرتے ہیں کہ ہم قرض اداء کریں گے لیکن اب تک کسی نے کچھ بھی اداء نہیں کیا، قرضداروں کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض اداء نہیں کریں گے، ایسی صورت میں اس رقم کی زکوٰۃ زید پر

واجب ہے یانہیں؟ (گل شہزاد۔ہری پور، ہزارہ)

جواب: جو قرض وصول ہونے کی امید نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اگر ایسا قرض وصول ہو جائے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی فرض نہ ہوگی، وصول ہونے کے بعد نئے حساب ونصاب کے ساتھ سال پورا ہونے پر زکوٰۃ لازم ہوگی، البتہ اگر کوئی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے اور پھر وہ تنگدستی کی وجہ سے ادائیگی نہیں کر پاتا اور اس کے حال سے ظاہر یہ ہو کہ وہ نیک نیتی سے کہہ رہا ہے اور استطاعت ہونے پر قرض اداء کردے گا تو اس صورت میں اس قرض پر زکوٰۃ لازم ہے۔

وقال في الشامية : "لو كان له دين على وال وهو مقر به إلا أنه لا يعطيه،وقد طالبه بباب الخليفة فلم يعطه فلا زكاة فيه ." (شامية : ٢/٢٦٦)

وقال فيها : "ولو كان الدين على مقر مليء أو معسر ...... فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى ." (٢/٢٦٧)

"ولا (زكاة) في مال مفقود و مغصوب لا بينة عليه ودين جحده المديون سنين ثم أقر بعدها عند قوم وما أخذ مصادرةً ثم وصل إليه (أي المال في جميع هذه الصور. حاشية) بعد سنين، لعدم النمو، والأصل فيه حديث على رضى الله تعالى عنه : "لازكاة في مال الضمار وهو مالا يمكن الانتفاع به مع بقاء الملك ."

(درمختار : ٢/٢٦٩)

سرِ عام منکر اگر قرض کا خفیہ طور پر اقرار کرے:

اگر مدیون ایسا ہو کہ جب لوگ حاضر نہ ہوں تو قرض کا اقرار کرتا ہو لیکن لوگوں کے سامنے قرض سے انکار کرتا ہو تو وصول ہونے سے پہلے قرض خواہ پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں۔

"وإن كان المديون يقرفي السر ويجحد في العلانية فلا زكاة فيه، كذا روي عن أبي يوسف، لأنه لا ينتفع بإقراره في السر فكان بمنزلة الجاحد سراً و علانية

۔"(بدائع: ۲/۳۹۱)

دخول سے پہلے طلاق کی صورت میں واپس کردہ نصف مہر کی زکوٰۃ کا حکم:

جب شوہر بیوی کو دخول سے پہلے طلاق دے تو بیوی اگر پورا مہر وصول کر چکی تھی تو اس پر آدھے مہر کی واپسی لازم ہے، لیکن اگر بیوی کے ہاں اس مالِ مہر پر (بشرطیکہ نقدی یا سونا چاندی ہو) سال گزر چکا ہو تو اس پورے مال کی زکوٰۃ بیوی پر دینا لازم ہے، اس کی بھی جو اس کے پاس رہ گیا اور اس کی بھی جو شوہر کو واپس کیا ہے، شوہر کو جو آدھا مہر واپس مل گیا اس پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں، اگرچہ بقدرِ نصاب ہو، جب تک اس پر مستقل سال نہ گزر جائے، سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ لازم ہوگی، البتہ اگر وہ پہلے سے صاحبِ نصاب ہو تو پھر سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ زکوٰۃ کی مقررتاریخ میں دوسرے اموال کی طرح اس کی زکوٰۃ دینا بھی لازم ہے خواہ یہ مہر بقدر نصاب ہو یا اس سے کم۔

یہ اس صورت میں ہے کہ نکاح کے بعد اور طلاق دینے سے پہلے مہر بیوی کے حوالے کیا گیا ہو اور اس پر بیوی کے ہاں سال بھی گزر گیا ہو، اگر مہر بیوی کے حوالے نہ کیا گیا ہو تو اب دخول سے پہلے طلاق کی صورت میں شوہر پر بیوی کا آدھا مہر دینا لازم ہے۔ جب تک شوہر یہ آدھا مہر ادا نہ کرے اس وقت تک اس آدھے مہر کی زکوٰۃ بیوی پر لازم نہیں، بلکہ بیوی پر اس کی زکوٰۃ جب لازم ہوگی جب اس کے قبضہ میں آنے کے بعد اس پر سال گزر جائے اور آدھا مہر چونکہ اب واجب الاداء نہیں رہا، اس لئے شوہر اپنے اموال کی زکوٰۃ اداء کرتے وقت اسے منہا نہیں کر سکتا۔

فی الدر : " ویجب علیها أی المرأة زکاة نصف مهر من نقدر مردود بعد مضی الحول من ألف کانت قبضته مهراثم ردت النصف للطلاق قبل الدخول بها فتزکی الکل لما تقرر أن النقود لا تتعین فی العقود ولا الفسوخ ."

وفـي الشـامية : ” بـقـى مـا إذا لـم تـقبض المرأة شيئاً و حال الحول عليه في يد الزوج ثم طلقها قبل الدخول ولم أرمن صرح به و الظاهر أن لا زكاة على أحد ......“

(٢/٣٠٧،٣٠٨)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم:

گورنمنٹ کے ہاں موجود پراویڈنٹ فنڈ میں زکوٰۃ نہیں، جب وصول ہوجائے تو بھی گزشتہ زمانے کی زکوٰۃ لازم نہیں، آیندہ کے لئے اگر بقدرِ نصاب ہے اوراس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ لازم ہوگی، البتہ اگر یہ فنڈ گورنمنٹ کے قبضہ سے نکال کر انشورنس کمپنی یا کسی اور کمپنی کی طرف منتقل کر دیا گیا ہو تو پھر اس میں منتقل ہونے کے وقت سے سال گزرنے پر زکوٰۃ لازم ہے، اس سے پہلے سالوں کی زکوٰۃ لازم نہیں، اسی طرح پرائیویٹ کمپنیوں کے پراویڈنٹ فنڈ میں بھی وصول ہونے کے بعد گزشتہ مدت کی زکوٰۃ لازم ہے کیونکہ پرائیویٹ کمپنیوں میں یہ فنڈ ایک مستقل کمپنی کی تحویل میں دیدیا جاتا ہے جس میں ملازمین کا ایک نمائندہ ہوتا ہے تو یہ کمپنی ملازمین کی طرف سے وکیل ہے، اس کا قبضہ ملازمین کا قبضہ ہے، لہٰذا اس کمپنی کی تحویل میں دیئے جانے کے بعد اس میں زکوٰۃ لازم ہوگی۔ لأن قبض الو كيل كقبض المؤ كل.

البتہ اگر کسی پرائیویٹ کمپنی میں پراویڈنٹ فنڈ مستقل کمپنی (ملازمین کی نمائندہ کمپنی) کی تحویل میں نہ دیا جاتا ہو تو پھر اس میں بھی جی پی فنڈ کی طرح گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ نہیں۔

لأنـه ديـن ضـعيف كدين المهر لأن خدمة الحرليس بمال. (أحسن الفتاوىٰ : ٤/٢٧٠)

تنخواہ وصول ہونے سے پہلے نصاب میں شمار نہ ہوگی:

ملازم جو تنخواہ کسی ادارہ یا فرد سے وصول کرنے کا حق دار ہوگیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ وصول ہونے سے پہلے اس میں زکوٰۃ لازم نہیں، لہٰذا وصول ہونے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ دینا

لازم نہیں، البتہ وصول ہونے کے بعد حکم یہ ہے کہ اگر پہلے سے بقدرِ نصاب مالِ زکوٰۃ موجود ہو تو تنخواہ کی رقم اس کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ اداء کرنا لازم ہے، تنخواہ کی رقم بقدرِ نصاب ہو یا اس سے کم، نیز اس پر سال گزر جائے یا نہ گزرے، سب صورتیں برابر ہیں۔

البتہ اگر پہلے سے نصاب موجود نہیں تو اگر بقدرِ نصاب تنخواہ وصول ہو جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو عام قاعدے کے مطابق زکوٰۃ لازم ہے، ورنہ نہیں۔

فی التنویر و شرحه : " وعند قبض مأتین مع حولان الحول بعد القبض، من دین ضعیف وهو بدل غیر مال ...... إلا إذا کان عنده ما یضم إلی الدین الضعیف ." (۳۰٦/۲)

وفی الحاشیة : " وقال الکرخی : هذا إذا لم یکن له مال سوی الدین وإلا فما قبض منه فهو بمنزلة المستفاد، فیضم إلی ما عنده ." (۳۰۷/۲)

حج کے لئے جمع کی ہوئی رقم پر سال گزرنے سے زکوٰۃ:

زید نے حج کے لئے رقم الگ کر کے حکومت کے ہاں جمع کرادی، حج پر جانے سے پہلے پہلے اس پر وہاں سال پورا ہو گیا، یعنی جمع کرانے والے کی زکوٰۃ کے لئے مقرر تاریخ آ گئی تو اس پر زکوٰۃ لازم ہے، کیونکہ اس طرح جمع کرانے سے یہ مال زید کی ملک سے نکلا نہیں۔ کیونکہ حکومت کے ساتھ اس صورت میں اجارۃ مضافہ الی المستقبل ہوتا ہے اور ایسے اجارہ میں تعجیل اجرت صحیح نہیں، اگر اجرت معجلاً دی جائے تو بھی مستأجر کی ملک سے خارج اور اجیر کی ملک میں داخل نہ ہو گی، نیز دینِ حج بھی مانع وجوبِ زکوٰۃ نہیں۔

فی تنقیح الحامدیة:" سئل فی رجل خرج من بلدة واصطحب معه من المال نصبا کثیرة لم یخرج زکاتها،ویزعم أنه لا تلزمه زکاتهاإذا حال علیها الحول لکونه یرید الحج، فهل تلزمه زکاتها؟

الجواب : نعم تلزمه زكاة الفاضل معه (أى الذى لم ينفقه إلى الحال قبل حولان الحول)حيث حال عليه الحول ولم يخرج زكاته، ولا عبرة بزعمه المذكور، لأن ما ليس له مطالب من جهة العباد لا يمنع وجوب الزكاة، كدين النذر والكفارة ووجوب الحج وصدقة الفطر وهدى ومتعة وأضحية ولقطة بعد التعريف. كذا فى شرح الملتقى للباقانى وكذا فى البحر والنهر وغيرهما . وافراز المال المذكور لأجل الحج لا يخرجه عن ملكه. والله اعلم ." (۸/۱)

وفى الدر : " وأما المضافة(كما فى صورة الحج) فلا تملك فيها الأجرة بشرط التعجيل إجماعا ."

وفى الحاشية : قوله وأما المضافة : " فيكون الشرط باطلاً ولا يلزم للحال شئى ".

(رد المحتار مع الدر:٦/١٠)

نیوتہ کی رقم میں زکوٰۃ کا حکم:

نیوتہ کی رقم بعض جگہوں میں بطورِقرض دی جاتی ہے،بعض جگہوں میں حقیقۃً ہبہ ہوتا ہے،لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دینے والے پرزکوٰۃ لازم نہیں،وصول ہونے کے بعدسال گزرنے پرحسبِ ضابطہ اگرقابلِ زکوٰۃ ہےتوزکوٰۃ لازم ہوگی۔

فى البدائع : " وكذا الدية على العاقلة ملك ولى القتيل فيها متزلزل، بدليل أنه لومات واحد من العاقلة سقط ما عليه فلم يكن ملكا مطلقا ووجوب الزكوٰة وظيفة الملك المطلق ." (۲/۳۹۱)

" وكذا لووهب لرجل ألفاثم رجع فى الهبة بعد الحول بقضاء أوبغير قضاء واسترد الألف لازكاة على واحد منهما ." (هندية : ۱/۱۸۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دیت میں مقتول کے اولیاء کی ملک متزلزل ہے، اس لئے اس میں زکوٰۃ لازم نہیں۔

نیوتہ کی رقم بھی ایسی ہی ہے جس میں ملک (اگر قرض کی صورت ہو تو بھی) متزلزل ہے کیونکہ یہ رقم خاص اسی قسم کے رشتہ پر واپس کی جائے گی اور معطین کے ہاں اس قسم کے رشتہ کا ہونا نہ ہونا یقینی نہیں، دونوں احتمالات ہیں۔ نیز ایسا رشتہ ہونے کی صورت میں بھی واپسی سو فیصد یقینی نہیں۔

قرض میں غلہ یا زمین یا کوئی دوسری چیز وصول ہو تو زکوٰۃ کا حکم:

مقروض سے قرض کی ادائیگی میں رقم کی بجائے زمین یا غلہ یا کوئی دوسری چیز لی جائے تو بھی عام قاعدے کے تحت گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ لازم ہے۔

فی التنویر: " ولو كان الدين على معترف فوصل إلى ملكه لزم زكاة ما مضى ". (درمختار: ٢/ ٢٦٧)

قرض خواہ فوت ہو جائے تو زکوٰۃ کا حکم:

اسلم کا جاوید پر قرض تھا، وصول ہونے سے پہلے اسلم فوت ہو گیا تو اس پر اس مال کی زکوٰۃ لازم نہ تھی اور نہ ہی اس پر وصیت کرنا لازم تھا اور نہ ورثہ کو اس کی طرف سے ادا کرنا لازم ہے، جب ورثہ یہ قرض وصول کریں گے تو بھی گزشتہ زمانے کی زکوٰۃ لازم نہیں، بلکہ مورث کی موت کے وقت سے سال گزرنے پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔

فی الشامية: تنبيه: مقتضىٰ ما مر من أن الدين القوى والمتوسط لا يجب أداء زكاته إلا بعد القبض، أن المورث لو مات بعد سنين قبل قبضه لا يلزمه الإيصاء بإخراج زكاة عند قبضه، لأنه لم يجب عليه الأداء فى حياته ولا على الوارث أيضا لأنه لم يملكه إلا بعد موت مورثه فإبتداء حوله من وقت الموت ." (شامية :

۲/۳۰٦)

زمین ومکان وغیرہ کے کرایہ کا دَین:

زمین ومکان اگر تجارت کے لئے ہو اور اسے کرایہ پر دیا جائے تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی اجرت میں گزشتہ زمانے (قبض سے پہلے اس پر جتنے سال گزرے ہوں) کی زکوٰۃ دی جائے۔(أحسن الفتاویٰ : ٤/٢٧٢)

البتہ اگر غیر تجارتی چیزوں کو کرایہ پر دیا جائے تو ان سے جو اجرت حاصل ہوگی اس میں اختلاف ہے کہ دین متوسط ہے یا دین ضعیف؟ پہلی صورت میں زکوٰۃ لازم ہوگی دوسری میں نہیں۔احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو دین متوسط قرار دیا جائے،جس میں ظاہر الراویۃ کے مطابق اور فتح القدیر وصاحبِ علائیہ کی تصریح کے مطابق زکوٰۃ لازم ہے۔

(ردالمحتار : ۲/۳۰۵)

دیت کی رقم میں زکوٰۃ کا حکم:

دیت کی رقم جب تک وصول نہ ہو جائے اس میں زکوٰۃ نہیں،لہٰذا وصول ہونے کے بعد گزشتہ عرصہ کی زکوٰۃ لازم نہیں، بلکہ وصول ہونے کے بعد سال گزرنے پر جب بقدرِ نصاب باقی ہو تو پھر اس میں زکوٰۃ لازم ہے۔

”وکذا الدیة علی العاقلة ملك ولی القتیل فیها متزلزل، بدلیل أنه لو مات واحد من العاقلة سقط ما علیه فلم یکن ملکا مطلقا ووجوب الزکوٰة وظیفة الملك المطلق .“ (بدائع : ۲/۳۹۱)

سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ میں یومِ وجوب کی قیمت کا اعتبار ہوگا:

کسی شخص نے سونے، چاندی، مالِ تجارت کی کئی سال تک زکوٰۃ اداء نہیں کی، اب اداء کرنے کا ارادہ ہے تو جس دن اس پر زکوٰۃ لازم ہوئی تھی اس دن کی قیمت کے اعتبار سے دینا

لازم ہے، اگر وہ یاد نہ ہو اور اس کا معلوم کرنا مشکل ہو تو جس دن زکوٰۃ دے رہا ہو اس دن کی قیمت بھی لگا سکتا ہے، بلکہ قیمت بڑھ جانے کی صورت میں احتیاط بھی اسی میں ہے۔

فی الشامیة : " وتعتبر القیمته یوم الوجوب وقالا یوم الأداء ." (۲/۲۸۶)

صاحبِ نصاب کا درمیان سال میں مقروض ہونا:

اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب مال آیا لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد اتنا مقروض ہوگیا کہ قرض نصاب کے بقدر ہوگیا یا نصاب سے بھی بڑھ گیا، پھر آخر سال میں قرض سب اداء ہوگیا یا اتنا باقی رہ گیا کہ اسے منہا کرنے کے باوجود صاحبِ نصاب ہے تو ایسے شخص پر سال کے آخر میں زکوٰۃ دینا لازم ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ درمیان سال میں یہ بقدرِ نصاب یا اس سے زیادہ مقروض ہوگیا تھا، لہٰذا سال کی ابتداء قرض کی ادائیگی کے بعد سے ہوگی، کیونکہ قرض اگرچہ مستغرق ہو یعنی اتنا زیادہ ہو کہ اگر قرض اداء کرے تو اس کے پاس کچھ بھی مال نہ بچے تو بھی اس سے نصاب پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر سال کی ابتداء وانتہاء میں نصاب پورا ہو تو زکوٰۃ لازم ہوتی ہے۔

" وأماالدین فلا یقطع ولو مستغرقا ."

وفی الحاشیة : " وقد مر هناك ترجیح ما هنا فراجعه ." (ردالمحتار: ۲/۳۰۲)

اکاؤنٹ کی رقم سے قرض کس طرح منہا کریں؟

بعض اوقات آدمی مقروض ہوتا ہے، جبکہ بینک تو تاریخ آنے پر پوری رقم کی زکوٰۃ کاٹ لیتا ہے اور اس سے قرضے منہا نہیں ہوتے۔ اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ بینک جس تاریخ کو زکوٰۃ کاٹتا ہے اس کے آنے سے پہلے اپنی رقم بینک سے نکال لے یا کرنٹ اکاؤنٹ میں منتقل کروالے، کیونکہ اس میں زکوٰۃ نہیں کٹتی اور اپنے طور پر قرضے منہا کرکے زکوٰۃ اداء کرلی جائے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ بینک کو لکھ کر دیا جائے کہ میں صاحبِ نصاب نہیں ہوں یا اتنی رقم کے بقدر

مقروض ہوں۔ پھر بینک اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔

دینِ مؤجل مانع زکوٰۃ نہیں:

اگر کسی کے مالِ تجارت یا نقدی رقم پر سال گزر گیا لیکن اس کے ذمہ قرض ہے، جس کی ادائیگی کے لئے آیندہ کی کوئی تاریخ مقرر ہے تو اس مؤجل قرض کی بناء پر اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی بلکہ زکوٰۃ دینا لازم ہے۔

" زادالقهستانی عن الجواهر : والصحیح أنه (الدین المؤجل) غیر مانع ."

(شامیه : ٢٩١/٢)

دینِ مہر مانع وجوبِ زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

اگر شوہر کا ارادہ اور عزم مہر اداء کرنے کا ہے تو پھر یہ دینِ مہر شوہر پر وجوبِ زکوٰۃ سے مانع ہے بشرطیکہ اس کو منہا کرنے کے بعد بقدرِ نصاب مال نہ بچے، اگر دینے کا عزم نہیں ہے تو پھر مانع نہیں ہے، لہٰذا مہر کی واجب الاداء رقم منہا کئے بغیر زکوٰۃ اداء کرنا لازم ہے۔

فی البدائع : وقال بعضهم إن کان الزوج علی عزم من قضائه یمنع وإن لم یکن علی عزم القضاء لا یمنع، لأنه لا یعده دینا، وإنما یؤاخذ المرء بماعنده فی حق الأحکام ."

(٣٨٤/٢)

امداد الفتاویٰ: ۲ / ۹ میں بھی اس کو راجح قرار دیا ہے۔

اپنے پراویڈنٹ فنڈ سے قرض لینے کا حکم:

اپنے پراویڈنٹ فنڈ سے قرض لیا جائے تو اگرچہ پھر کمپنی کو واپس کرنا پڑتا ہے، کیونکہ یہ تو اس کی اپنی رقم ہے، مگر زکوٰۃ اداء کرتے وقت اس قرض کو منہا نہیں کیا جائے گا، اسے بطورِ قرض لینے کے بعد اگر اس پر سال گزر گیا تو اس کی زکوٰۃ لازم ہے اور اگر دوبارہ کمپنی کو اداء کیا تو بھی اس کی

زکوۃ لازم ہے کیونکہ اس صورت میں یہ ''دین قوی'' بن گیا جس کا حکم یہ ہے کہ جتنا حصہ اس کا وصول ہوتا جائے اس کو باقی رقم کے ساتھ ملا کر گزشتہ تمام سالوں کی زکوۃ ادا کی جائے۔ علی قول الصاحبین کما فی أحسن الفتاویٰ: ٤/٢٧٣

عدالتی فیصلہ یا شوہر بیوی کی رضامندی سے لازم شدہ نفقہ بحکم قرض ہے:

اگر شوہر بیوی نے باہمی رضامندی سے ماہانہ یا سالانہ نفقہ کی خاص مقدار طے کی ہو جو شوہر کے ذمہ واجب الاداء ہو یا عدالتی چارہ جوئی کے نتیجے میں شوہر پر عدالت کی طرف سے ایک خاص مقدار بطورِ نفقہ مقرر کی جائے، پھر شوہر نے کچھ عرصہ وہ مقرر شدہ یا عدالت کی طرف سے لازم کردہ خرچ بیوی کو نہ دیا ہو حتیٰ کہ اس کے ذمہ قرض بن جائے تو اس قرض کو بھی مالِ زکوۃ سے منہا کیا جائے گا، منہا کرنے کے بعد اگر بقدرِ نصاب مال بچ جاتا ہو تو زکوۃ لازم ہے ورنہ نہیں، نیز ان دو صورتوں کے علاوہ نفقہ کی رقم منہا نہیں کی جا سکتی۔

فی الدر : " و(دین) نفقة لزمته بقضاء أورضا ."

وفی الحاشیه : " أی بقضاء القاضی بها أو تراضیهما علی قدر معین لأنها بدون ذلك تسقط بمضی المدة،وإنما تصیر دینا بأحدهما ...... " (ردالمحتار: ٢/٢٦١)

مالِ زکوۃ سے قربانی، صدقۃ الفطر کی رقم منہا کرنے کا حکم:

مالِ زکوۃ کا سال اگر صدقۃ الفطر یا قربانی کے دنوں میں پورا ہو جائے تو پہلے زکوۃ اداء کی جائے گی، اس کے بعد باقی ماندہ مالِ زکوۃ اکیلا یا ضرورت سے زائد سامان (جس کی تفصیل صدقۃ الفطر کے بیان میں آئے گی) کے ساتھ مل کر اگر بقدرِ نصاب ہے تو اضحیہ اور صدقۃ الفطر لازم ہے ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ کل مالِ زکوۃ کی زکوۃ اداء کی جائے گی، قربانی اور صدقۃ الفطر کے بقدر رقم منہا نہیں کی جائے گی۔

فی الشامیة : " وکذا لا یمنع دین صدقة الفطر وهدی المتعة والأضحیة، بحر

“. (۲۶۱/۲)

زکوٰۃ کے مصارف

زکوٰۃ کون لے سکتا ہے؟

سوال: کتنی مالیت رکھنے والا شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے اور کتنی مالیت والے پر زکوٰۃ نہیں لگ سکتی؟ (اظہر۔ملتان)

جواب: سونے، چاندی، مال تجارت اور گھر میں روزمرہ استعمال کی چیزوں سے زائد سامان کی قیمت لگا کر اس میں نقدی جمع کی جائے، ان پانچوں کے مجموعہ یا ان میں سے بعض کے مجموعہ کی مالیت ۶۱۲ء۳۵ گرام چاندی کی قیمت سے کم ہو تو ایسا شخص زکوٰۃ کا مستحق ہے وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اور اگر ان پانچوں یا ان میں سے بعض کا مجموعہ چاندی کے وزن مذکور کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہے تو ایسا شخص زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔

تین جوڑے کپڑے سے زائد لباس، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، یا ٹی وی اور وی سی آر جیسی خرافات انسانی حاجات میں داخل نہیں، اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

” والحاصل أن النصاب قسمان:موجب للزكاة وهو النامى الخالى عن الدين وغيرموجب لها وهو غيره، فإن كان مستغرقا بالحاجة لما لكه أباح أخذها (الزكاة) وإلاحرمه (أخذالزكاة) وأوجب غيرها من صدقة الفطر والأضحية .“

(شامية : ۳۳۹/۲)

وفى أضحية الشامية :وصاحب الثياب الأربعة لوساوى الرابع نصابا غنى، وثلاثة فلا، لأن أحدهما للبذلة والآخرللمهنة والثالث للجمع والوفد والأعياد “.(رد المحتار:۲۱۹/۵)

ایک غلط رواج کی اصلاح:

بہت سے مالدار لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے علاقوں میں سینکڑوں غریب ہوتے ہیں مگر یہ لوگ زکوٰۃ صرف اپنی برادری کی انجمن میں دیتے ہیں اور پھر وہ انجمن زکوٰۃ کی رقم قبرستان کی زمین خریدنے یا ہسپتال وغیرہ کی تعمیر پر خرچ کرتی ہے۔خوب سمجھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق زکوٰۃ فقیر کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے،جس صورت میں تملیک نہ ہو مثلاً کوئی عمارت تعمیر کردی یا قبرستان خرید کر وقف کردیا،اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

پبلسٹی پر زکوٰۃ کی رقم لگانا:

آج کل بہت سے ادارے زکوٰۃ اور دوسرے عطیات جمع کرنے کے لئے زکوٰۃ کی بہت سی رقم پبلسٹی پر خرچ کردیتے ہیں،حالانکہ پبلسٹی پر رقم لگانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی،اس لئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیکِ فقیر شرط ہے جو اسمیں نہیں پائی جاتی۔

عشر و زکوٰۃ کو کن چیزوں میں صرف کرنا صحیح نہیں:

ہر اس چیز میں جس میں کسی مستحق زکوٰۃ کی تملیک (مالک بنانے) کی شرط نہ پائی جائے،خواہ وہ سرے سے مالک بننے کا اہل نہ ہو یا ہو لیکن مستحق نہ ہو جیسے صاحبِ نصاب شخص کو دے دی تو اس طرح غیر مصرف میں رقم خرچ کرنے یا کوئی چیز دینے سے زکوٰۃ وعشر ادا نہیں ہوتے۔

لہٰذا مسجد و مدرسہ میں،ہسپتال،اسکول کی تعمیر میں،سڑک وغیرہ بنانے میں،میت کے کفن میں،میت کی طرف سے قرض ادا کرنے میں اگرچہ حالتِ حیات میں اس نے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا ہو،زکوٰۃ وعشر دینا صحیح نہیں اس سے زکوٰۃ وعشر ادا نہیں ہوتے،کیونکہ اس میں مالک بنانا نہیں پایا جاتا۔

فی الدر: ”لا یصرف إلی بناء مسجد ولا إلی کفن میت وقضاء دینه ...... ولو أذن فمات، فإطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وهو الوجه نهر.“

وفـي الـحـاشيه : " لأنه لا بد من كونه تمليكا وهو لا يقع عند أمره بل عند أداء المأمور وقبض النائب، وحينئذ لم يكن المديون أهلا للتملك لموته ." (٣٤٥/٢)

مدِ زکوٰۃ سے خیراتی دواخانہ کھولنے کا حکم:

سوال: ہم اپنے محلّہ میں ایک دواخانہ کھولنا چاہتے ہیں، جس کا خرچ زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کے پیسوں سے چلانا ہے، اس میں مریضوں سے بھی کچھ پیسے وصول کئے جائیں گے اور وہ پیسے بھی دواخانہ ہی میں خرچ ہوں گے۔ پوچھنا یہ ہے کہ شریعت کی رو سے اس طرح زکوٰۃ اداء ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ (سعید اللہ۔ کراچی)

جواب: دواخانہ میں زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کا مصرف صرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دے دی جائیں، اس مد سے دواخانہ کے ڈاکٹروں اور دوسرے کارکنوں کی تنخواہ، مکان کا کرایہ، تعمیر اور فرنیچر وغیرہ مصارف پر خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوگی۔ مساکین سے مدِ زکوٰۃ سے خریدی ہوئی دواؤں کے پیسے لینا اور وہ دوائیں غیر مساکین کو دینا جائز نہیں، بعض دواخانوں میں مدِ زکوٰۃ سے مریضوں کو خون دیا جاتا ہے، اس سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوگی۔

" فـلا يـكـفـي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو أطعمه عنده ناويا الزكاة لا يكفي ." (شامية:٣٤٤/٢)

وفـي الـدر : " هـي (الـزكـوة) تـمـليك جـزء مـال عيـنـه الشارع من مسلم فقير ." (٢٥٧/٢)

واما الدم فلانه ليس بمال.

جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

سوال: زید نے اپنی لڑکی فاطمہ کو جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں دیا، فاطمہ کی شادی کے بعد

اولاد بھی ہوگئی، اب زید فاطمہ یا اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ اگر زید کا انتقال ہو جائے تو فاطمہ کے بھائی اس کو یا اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (عبدالرحمٰن۔مانسہرہ)

جواب: باپ اپنی بیٹی اور اس کی اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا، بھائی اپنی بہن اور اس کی اولاد کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔زکوٰۃ کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں، زید کے انتقال کے بعد لڑکی کو اس کا حق وراثت دینا لازم ہے۔زندگی میں والد اولاد کو جائیداد وغیرہ دینا چاہے تو عام حالات میں لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دینا چاہیے، لڑکیوں کو محروم کرنے کی نیت سے سب جائیداد لڑکوں کو دے دینا ہرگز جائز نہیں، تاہم والد نے زندگی میں فاطمہ کو کچھ دیا ہو یا نہ دیا ہو زکوٰۃ کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا، مندرجہ ذیل رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

(۱) اصول: یعنی جن سے پیدا ہوا ہے۔ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ۔سوتیلی ماں اصول میں داخل نہیں، لہٰذا اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(۲) فروع: یعنی اولاد۔ بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ۔

(۳) میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، طلاق کے بعد بھی جب تک عدت نہیں گذر جاتی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

”ولا (یصرف) إلی من بینهما ولاد، ولو مملوكا لفقیر، أو بینهما زوجیة.

(درمختار: ۲/۳٤٦)

زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مصرف نہ تھا:

سوال: زید ہاشمی ہے، اس کو کسی نے زکوٰۃ دے دی تو اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟ جس نے زکوٰۃ دی ہے اس کو واپس کرے یا زکوٰۃ اداء ہوگئی؟ اگر کسی دوسرے غیر مصرف میں زکوٰۃ اداء کر دی مثلاً مالدار کو دیدی تو کیا حکم ہے؟

(حمیداللہ۔سوات)

جواب: اگر دینے والے نے غور وفکر کے بعد مصرف سمجھ کر زکوۃ دی تھی تو اس کی زکوۃ اداء ہوگئی، مگر زید کو اس کے زکوۃ ہونے کا علم ہوگیا تو اس پر لازم ہے کہ معطی (دینے والے) کو واپس کرے اور معطی دوبارہ زکوۃ اداء کرے، اگر واپس کرنا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو مساکین پر صدقہ کردے اور اگر غور وفکر کے بغیر زکوۃ اداء کی یا غور وفکر کیا اور غیر مصرف ہونے کا گمان ہوا یا شک رہا، اس کے باوجود زکوۃ اداء کردی تو اس صورت میں اگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مصرف تھا تو زکوۃ اداء ہوگئی اور اگر بعد میں معلوم ہوا کہ مصرف نہ تھا تو زکوۃ اداء نہیں ہوئی۔

" دفع بتحر لمن يظنه مصرفا، فبان غناه أو كونه ذميا ...... لا يعيد لأنه أتى بما في وسعه حتى لو دفع بلا تحرلم يجز إن أخطأ ."

وفي الحاشية : " ولا يسترد في الولد والغني، وهل يطيب له؟ فيه خلاف، وإذا لم يطب، قيل يتصدق، وقيل يرد على المعطي ." (ردالمحتار : ٢/٣٥٣)

وکالت ووصیت:

زکوۃ کی رقم الگ کرکے فوت ہوگیا:

سوال: زکوۃ کی نیت سے رقم الگ کرلی یا وکیل کو دے دی، اس حالت میں ادائیگی سے قبل انتقال ہوگیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ (آفتاب احمد۔ باغ، آزاد کشمیر)

جواب: اگر میت نے اس کی وصیت کی ہو تو یہ رقم زکوۃ میں دیجائے گی بشرطیکہ کل ترکہ کی ایک تہائی سے زائد نہ ہو، اگر تہائی سے زائد ہو تو صرف تہائی ترکہ کے برابر زکوۃ میں اداء کی جائے گی زائد نہیں اور اگر وصیت نہیں کی تو ترکہ میں شمار کرکے ورثہ میں تقسیم ہوگی۔ البتہ وصیت کی صورت میں تمام ورثہ عاقل بالغ ہوں اور دلی خوشی سے تہائی سے زائد دیدیں اور وصیت نہ ہونے کی صورت میں بھی میت کی طرف سے زکوۃ اداء کردیں تو جائز ہے۔

" ولا تؤخذ من تركته بغير وصية، وإن أوصى بها اعتبر من الثلث إلا أن يجيز

الورثة ." (درمختار : ۲/ ۲۹٤)

غیر مسلم کوزکوۃ دینا جائز نہیں:

غیر مسلم ذمی ہو یا حربی کوزکوٰۃ،عشراورصدقاتِ واجبہ دینا جائز نہیں، البتہ نفلی صدقات، عطیات دینا جائز ہے۔

وفـي الشـامية : " قـال الـرمـلـي:وفي الحاوی : وإن أطعم فقراء أهل الذمة جاز وقـال أبـو يـوسـف رحـمـه الله تـعـالىٰ لايجوزوبه نأخذ قلت : بل صرح في كافي الـحـاكـم بـأنـه لا يجوز،ولـم يذكرفيه خلافا و به علم أنه ظاهر الرواية عن الكل ."

(۲/ ٦٣٣)

وفـي الدر : وأما الحربي ولو مستأمنا، فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقا، لكن جزم الزيلعي بجواز التطوع له ."

وفـي الـحـاشية : " أي لـلـمستـأمـن كما تفيده عبارة النهر ...... لكن رأيت في الـمـحيـط مـن كتـاب الكسب : ذكر محمد في السير الكبير : لا بأس للمسلم أن يـعـطـي كـافـرا حـربيا أوذميا وأن يقبل الهدية منه لماروى أن النبي صلى الله عليه وسـلـم بعث خمسمائة دينار إلى أهل مكة حين قحطوا وأمربدفعها إلى أبي سفيان بـن حـرب وصـفـوان ابن أمية ليفرقا على أهل مكة، ولأن صلة الرحم محمودة في كل دين، والإ هداء إلى الغيرمن مكارم الأخلاق ."

(ردالمحتار : ۲/ ۳۵۳)

بنی ہاشم کوزکوٰۃ دینے کا حکم:

بنو ہاشم یعنی ہاشم کی اولاد میں سے حضرتِ عباس، حضرتِ عقیل، حضرتِ حارث، حضرتِ علی، حضرتِ جعفر رضی اللہ عنہم کی اولاد کوزکوٰۃ نہیں دی جاسکتی ان کے علاوہ باقیوں کی اولاد کو دینا

جائز ہے بشرطیکہ مسلمان ہو اور مستحقِ زکوٰۃ ہو۔

فی الشامیة : فإنه (عبد المطلب) أعقب اثنی عشر، تصرف الزکاة إلی أولاد کل إذا کانوا مسلمین فقراء، إلا أولاد عباس و حارث و أولاد أبی طالب من علی و جعفر و عقیل. قهستانی ." (۲/۳۵۰)

جس کی صرف ماں سید ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے:

اگر کسی شخص کی صرف ماں سید ہو باپ سید نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، کیونکہ نسب والد کی طرف سے ہوتا ہے، والدہ کی طرف سے نہیں۔

فی الشامیة : "من کانت أمها علویة مثلا و أبوها عجمی یکون العجمی کفوا لها و إن کان لها شرف ما، لأن النسب للآباء ولهذا اجاز دفع الزکاة إلیها ." (۳/۸۷)

جو ہاشمی شجرہ نہ رکھتا ہو اس کا زکوٰۃ لینا:

سوال: ہمارا تعلق عباسی خاندان سے ہے، مگر کوئی شجرۂ نسب نہیں، جس سے یقینی طور پر معلوم ہو سکے کہ ہم واقعی عباسی ہیں۔ خاندان میں بعض افراد ایسے غریب یا بیمار ہوتے ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، کیا ان کو زکوٰۃ دینے اور ان کے لئے لینے کی گنجائش ہے؟ اگر کسی نے دے دی تو ادا ہو جائے گی؟ (نعیم احمد عباسی۔ رحیم یار خان)

جواب: ثبوتِ نسب کے لئے عام شہرت کافی ہے، شجرہ ہونا ضروری نہیں، اس لئے عباسی کو زکوٰۃ دینا اور اس کے لئے لینا جائز نہیں، اس کو زکوٰۃ دینے سے ادا نہیں ہوگی۔

اگر کوئی عباسی حاجت مند ہو تو غیر زکوٰۃ سے اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے اور اس کو سعادت سمجھنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی اتنی قدر بھی دل میں نہیں کہ مسلمان کہلانے والے اہلِ ثروت غیر زکوٰۃ سے ان کی مدد کریں تاکہ انہیں لوگوں کا میل کچیل

لینے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

" ولا يشهد أحد بما لم يعاينه إلا في النسب والموت ...... " (شامية: ٥/ ٤٧٠)

ایسی بیوی کوزکوٰۃ دینا جس کا شوہر کے ذمہ بقدرِ نصاب مہر ہو:

کسی شخص کی بیوی کے پاس، سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان بقدرِ نصاب نہ ہولیکن اس بیوی کا شوہر کے ذمہ بقدرِ نصاب مہر لازم ہولیکن اگر شوہر دینے کے لئے تیار نہ ہوتو خواہ مہر مؤجل ہو یا معجّل دونوں صورتوں میں اس بیوی کوزکوٰۃ وعشر دینا صحیح ہے، البتہ اگراس مہر میں سے بقدرِ نصاب معجّل ہواور شوہر دینے کے لئے تیار بھی ہوتو پھر بیوی کو دینا جائز نہیں۔

في الشامية : " في الفتح : دفع إلى فقيرة لها مهر دين على زوجها يبلغ نصابا وهو موسر بحيث لوطلبت أعطاها لا يجوز وإن كا لا يعطي لو طلبت، جاز ."

وقال ...... ومال الرحمتي إلى هذا وقال بل في زماننا يقرالمديون بالدين وبملاءته ولا يقدر الدائن على تخليصه منه فهو بمنزلة العدم ." وفي الدر:" ومنه ما لو كان مؤجلا ." (رد المحتار :٢/ ٣٤٤)

بیوہ اور یتیم کوزکوٰۃ دینے کا حکم:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر خاتون بیوہ ہے تو اس کوزکوٰۃ ضرور دیني چاہیے، حالانکہ یہاں بھی شرط یہ ہے کہ وہ مستحقِ زکوٰۃ ہواور صاحبِ نصاب نہ ہو، اگر بیوہ مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کی زکوٰۃ کے ذریعہ مدد کرنا اچھی بات ہے لیکن اگر مستحق زکوٰۃ نہیں تو محض بیوہ ہونے کی وجہ سے وہ مصرف زکوٰۃ نہیں بن سکتی۔

اسی طرح یتیم کوزکوٰۃ دینا اچھی بات ہے لیکن اس میں بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ یتیم مستحقِ زکوٰۃ ہے یا نہیں، اگر یتیم صاحبِ نصاب ہے تو یتیم ہونے کے باوجود اس کوزکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

مطلقہ بیوی کو زکوٰۃ دینا:

بیوی کو جب طلاق دی جائے، رجعی ہو یا بائن، تین طلاق دی ہوں یا تین سے کم تو جب تک عدت نہ گزر جائے شوہر کا اسے زکوٰۃ وعشر اور دوسرے صدقاتِ واجبہ دینا صحیح نہیں، عدت گزرنے کے بعد اسے زکوٰۃ عشر وغیرہ دیا جاسکتا ہے۔

فی الدر : " أو بينهما زوجية ولو مبانة ."

وفی الحاشية : " أی فی العدة ولو بثلاث، نهر عن معراج الدراية ."

(رد المحتار: ٢/٣٤٦)

صاحبِ نصاب طالب علم کو عشر وزکوٰۃ دینا کب جائز ہے؟

علومِ دینیہ کی تحصیل میں مصروف طالب علم کو زکوٰۃ وعشر دینا جب صحیح ہے جبکہ وہ مستحق ہو، اگر صاحبِ نصاب ہو تو دینا جائز نہیں، ہاں اگر دورانِ طلبِ علم اس کے پاس خرچ نہ ہو اور گھر سے منگوانے کی بھی کوئی صورت نہ ہو تو اسے زکوٰۃ دینا صحیح ہے، اگرچہ اپنے علاقے میں یہ بقدرِ نصاب اموال کا مالک ہو۔

فی الشامية : " والأوجه تقييده (طالب العلم) بالفقير ويكون طلب العلم مرخص الجواز سؤاله عن الزكاة وإن كان قادرا على الكسب ."

وفی الدر : " والغنى لا يمنع من تناولها عند الحاجة، كابن السبيل، بحر عن البدائع ."

(رد المحتار: ٢/٣٤٠)

وفی الشامية : " وابن السبيل إذا كان له فی وطنه مال بمنزلة الفقير، بحر ."

(٢/٣٤٣)

ابن السبیل کی تعریف درمختار میں یہ کی ہے:

" وهو كل من مال لا معه به ومنه مالو كان ماله مؤجلا أو على غائب ."

(در مختار : ٢/ ٣٤٣)

وفي الشاميه : لكن الزيعلي جعل الثاني (من في وطنه ولا يقدر على أخذ الديون) ملحقا به (بابن السبيل) حيث قال : والحق به كل من هو غائب عن ماله وإن كان في بلده لأن الحاجة هي المعتبرة وقد وجدت لأنه فقير يداً وإن كان غنيا ظاهراً. (٢/ ٣٤٣)

مقروض کو زکوٰۃ وعشر دینا:

جو آدمی اتنا مقروض ہو کہ اگر اس کا قرض منہا کیا جائے تو اس کے پاس بقدرِ نصاب مال نہ بچے اور نہ اس کے پاس ضرورت سے زائد چیزیں اتنی ہوں کہ وہ نقدی اور دوسرے اموالِ زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر بقدرِ نصاب بن جائیں تو یہ مستحق زکوٰۃ ہے، لہٰذا اسے زکوٰۃ وعشر دینا صحیح ہے۔

قرض خواہ کو زکوٰۃ وعشر دینا:

اگر کسی کا دوسرے پر بقدرِ نصاب قرض ہو تو اسے زکوٰۃ وعشر دینا صحیح نہیں، لیکن یہ جب ہے کہ جب یہ قرض (دین) معجّل ہو اور مقروض دینے کے لئے تیار بھی ہو یا مؤجل ہو لیکن مقروض قبل الوقت دینے کے لئے تیار ہو۔

اگر اس کا دوسرے کے اوپر بقدر نصاب قرض ہو لیکن مقروض منکر ہو یا قرض دیتا نہیں یا قرض مؤجل ہو اور مقروض قبل الوقت دینے کے لئے تیار نہیں، تو اس صورت میں اس شخص کو زکوٰۃ وعشر دینا صحیح ہے اور اس کے لئے لینا بشرطیکہ بقدرِ ضرورت ہو جائز ہے۔

في الدر : " ومنه ما لو كان ماله مؤجلا إذا حتاج إلى النفقه يجوز له أخذ الزكاة قدر كفايته إلى حلول الأجل، نهر عن الخانية. أو (له دين) على غائب أو معسر أو

جاحد ولو له بنية فى الأصح ." (۳٤٤/۲)

وفـى الشـامية : ...... ومـال الـرحـمتـى إلى هذا وقال بل فى زماننا يقر المديون بالدين و بملاء ته و لا يقدر الدائن على تخليصه منه فهو بمنزلة العدم ." (۳٤٤/۲)

وقـال : " وفـى الـفـتـح أيـضـاً : ولا يـحـل له أى لابن السبيل أن يأخذ أكثر من حاجته ."

(۳٤۳/۲)

فقیرکومدِ زکوٰۃ میں ملی چیز کا غنی کے لئے استعمال:

فقیر کو زکوٰۃ، عشر یا دوسرے صدقاتِ واجبہ کی مد میں کوئی چیز مل جائے تو اگر وہ یہ چیز کسی غنی صاحبِ نصاب کو مالک بنا کر دے مثلاً زکوٰۃ میں ملی ہوئی چیز اسے دے کر اس سے کوئی چیز عوض کے طور پر لے لے یا ویسے بطورِ ہدیہ اسے دے دے تو غنی کے لئے اس چیز کا استعمال جائز ہے، لیکن اگر اس کو مالک نہ بنائے اباحۃً یا عاریۃً دے دے تو غنی کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں، لہٰذا غنی فقیر کے ہاں مہمان ہو اور فقیر مدِ زکوٰۃ میں ملی ہوئی رقم سے اسے اپنے ساتھ کھانا کھلائے تو یہ جائز نہیں۔

قـال فـى الدر : " بخلاف فقير أباح لغنى أوهاشمى عين زكوٰة أخذ ها لا يحل، لأن الملك لم يتبدل ."

وفى الحاشية : " لأن المباح له يتناوله على ملك المبيح ." (۸۰/۵)

منی آرڈر کے ذریعے زکوٰۃ بھیجنے میں فیس زکوٰۃ کی رقم سے اداء کرنا:

منی آرڈر کے ذریعے زکوٰۃ بھیجنا درست ہے اور زکوٰۃ جب اداء ہوگی جب مستحق زکوٰۃ اس پر قبضہ کرلے، منی آرڈر کی فیس زکوٰۃ کی رقم سے دینا درست نہیں، یہ فیس اپنے پاس سے علیحدہ دینی چاہیے۔

البتہ اگر کسی جگہ مسکین موجود نہ ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ بھیجنا پڑے تو فیس زکوٰۃ سے دے سکتے ہیں۔

فی شرح التنویر : " ولا یخرج عن العھدۃ بالعزل بل بالأداء للفقراء ."

(۲/۲۷۰)

غنی کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ وعشر دینا:

اگر کوئی شخص صاحبِ نصاب ہے تو اس کی نابالغ اولاد کو زکوٰۃ وعشر نہیں دیا جا سکتا، البتہ اس کی مستحق بیوی، والد، بالغ اولاد کو دیا جا سکتا ہے، نیز کسی بچے کا باپ اگر مستحقِ زکوٰۃ ہے اور ماں صاحبِ نصاب ہے تو ایسے بچے کو بھی زکوٰۃ وعشر دیا جا سکتا ہے۔

" إن الطفل یعد غنیا بغنی أبیه بخلاف الکبیر فإنه لا یعد غنیا بغنی أبیه ولا الأب بغنی ابنه ولا الزوجة بغنی زوجھا ولا الطفل بغنی أمه. حلبی عن البحر ."

(شامیة : ۲/۳۵۰)

تجارت کے منافع سے گزارہ نہ ہوتا ہو تو ایسے تاجر کو زکوٰۃ دینا:

اگر کسی کا کاروبار ہے، زمین ہے، دکان ہے یا دوسری کوئی تجارت ہے لیکن ان چیزوں کے منافع اتنے نہیں کہ اس سے اس کے اور اس کے بال بچوں کا گزارہ ہو سکے اگر چہ فی نفسہ زیادہ ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ اور عشر دیا جا سکتا ہے۔

فی الشامیة : سئل عن محمد عن من له أرض یزرعھا أو حانوت یستغلھا أو دار غلتھا ثلاثة آلاف ولا تکفی لنفقته و نفقة عیاله سنة؟ یحل له أخذ الزکوٰة وإن کانت قیمتھا تبلغ ألوفا وعلیه الفتویٰ وعندھما لا یحل وذکر فی الفتاویٰ فیمن له حوانیت ودور الغلة لکن غلتھا لا تکفیه وعیاله أنه فقیر ویحل له أخذ الصدقة عند محمد، وعند أبی یوسف لا یحل، وکذا لو له کرم لا تکفیه غلته ." (۲/۳۴۸)

وفـي الهـندية : ” ولا يجوز رفع الزكوة إلى من ملك نصابا أى مال كان دراهم أو دنـانير أو سوائم أو عروضا للتجارة أولغير التجارة فاضلا عن حاجته الأصلية فى جميع السنة، هكذا فى الزاهدى .“ (١٨٩/١)

مدِ زکوٰۃ سے دینی کتابیں طبع کرنا:

مدِ زکوٰۃ سے مفید دینی کتابیں صرف طبع کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، البتہ طبع واشاعت کے بعد فقراء و مستحقین کو بلاعوض دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، بلکہ یہ کتبِ دینیہ کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے۔

فـي الـدر : ” فـلـو أطعم يتيماً ناويا الزكاة لا يجزيه إلا إذا دفع إليه المطعوم كما يجزئه لو كساه .“ (٢٥٧/٢)

عشر اور زکوٰۃ کہاں دینا افضل ہے؟

جس جگہ غلہ یا مالِ زکوٰۃ موجود ہو اس جگہ کے فقراء و مستحقین کو زکوٰۃ وعشر دینا افضل ہے، دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہِ تنزیہی ہے، اِلا یہ کہ دوسری جگہ زیادہ مستحق افراد یا مستحقین رشتہ دار ہوں تو ان کی طرف منتقل کرنا جائز بلکہ افضل ہے کہ اس میں فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ صلہ رحمی بھی ہے، نیز اگر قبل از وقت عشر یا زکوٰۃ دے تو اس میں بلا وجہ دوسری جگہ منتقل کرنے میں بھی حرج نہیں۔

فى الدر : ” وكره نقلها إلا إلىٰ قرابة أو أحوج .“

وفى الحاشية : ” والمتبادر منه أن الكراهة تنزيهية تأمل، ويعتبر فى الزكاة مكان المال فى الروايات كلها .“ (ردالمحتار : ٣٥٣/٢)

وفيه : ” أو كانت معجلة قبل تمام الحول فلا يكره خلاصة .“ (٣٥٤/٢)

ایک مستحق کو کتنی رقم دی جائے؟

مستحب یہ ہے کہ مستحق زکوٰۃ کی حاجت وعیال کو دیکھ کر اس کے مطابق زکوٰۃ دی جائے، کم از کم اتنی رقم دی جائے جس سے وہ ایک دن اپنی اور اہل وعیال کی ضروریات پوری کر سکے، نیز ایک مستحق زکوٰۃ کو بقدرِ نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے، اِلا یہ کہ وہ مقروض ہو اور قرض منہا کرنے کے بعد زکوٰۃ کی رقم سے وہ صاحبِ نصاب نہ بنتا ہو یا وہ عیال دار ہو اور اس کے عیال پر اس رقم کو تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کو نصاب سے کم پہنچے تو پھر اس کو مقدارِ نصاب سے زیادہ دینا بھی جائز ہے۔

یہ حکم صرف نقدی کے نصاب کا نہیں بلکہ اموالِ تجارت، مواشی کی زکوٰۃ اور عشر سب کا یہی حکم ہے۔

فی الدر: وکره إعطاء فقير نصابا أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديونا أو كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلا أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره، فتح ."

وفي الحاشية: ولا فرق بين كونه ناميا أو لا ولا بين كونه من النقود أو من الحيوانات ." (ردالمحتار: ۲/۳۵۳)

وفيه: يندب دفع ما يغنيه يومه عن السؤال، واعتبار حاله من حاجة و عيال ."

(۲/۳۵۵)

زکوٰۃ وعشر سے کھانا کھلانا:

زکوٰۃ اور عشر کی ادائیگی کے لئے فقیر کو مالکانہ طور پر دینا ضروری ہے، لہٰذا اگر فقراء کو اپنے گھر جمع کر کے عشر یا زکوٰۃ کی رقم سے کھانا کھلائے تو اس سے زکوٰۃ وعشر ادا نہیں ہوگا، البتہ اگر کھانا ان کی ملکیت میں دیدیا جائے اور ان کو یہ بتایا بھی جائے کہ یہ کھانا مالکانہ طور پر آپ کو دیا جاتا

ہے، چاہے وہ خود کھالیں یا دوسرے کو دیدیں تو پھر عشر وزکوٰۃ اداء ہوجائیگی۔

فی الشامیة : فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیك ولو أطعمه عنده ناویا الزکاة لا تکفی ." (٢/٣٤٤)

مقدارِ واجب سے زیادہ زکوٰۃ اداء کردی۔

اگر حساب لگاتے وقت غلطی ہوجائے اور مقدار واجب سے زیادہ زکوٰۃ ادا کردے، مثلاً ہزار کی بجائے بارہ سو زکوٰۃ دیدے تو اس اضافے کو آئندہ سال زکوٰۃ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

فی الشامیة : " وفی الولوالجیة : " لو کان عنده أربعمائة درهم فأدیٰ زکاة خمسمائة ظانا أنها کذلك، کان له أن یحسب الزیادة للسنة الثانیة، لأنه أمکن أن یجعل الزیادة تعجیلا ." (٢/٢٩٣)

کتنی عمر کے بچوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

بچے کو زکوٰۃ دینے کی صورت میں ضروری ہے کہ یا تو وہ بچہ خود سمجھدار ہو، کسی چیز کو اپنی ملکیت سمجھنے اور اسے بے جا ضائع نہ کرنے کا شعور رکھتا ہو، اگر اتنا سمجھدار نہیں تو اس کے والد کو یا جو بھی اس کی پرورش کرتا ہو اسے دی جائے، ناسمجھ چھوٹے بچے کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوگی۔

فی الدر : " بشرط أن یعقل القبض ."

وفی الحاشیة : " وفسره فی الفتح وغیره بالذی لا یرمی به ولا یخدع عنه، فإن لم یکن عاقلا فقبض عنه أبوه أو وصیه أو من یعوله قریبا أو أجنبیا أو ملتقطه، صح. کما فی البحر والنهر ." (ردالمحتار : ٢/٢٥٧)

معتوہ شخص کو زکوٰۃ دینا:

ایسا شخص جو ناقص العقل ہو، اس کی حرکات وسکنات، اٹھنا بیٹھنا، بات کرنے کا انداز اور بات سمجھنے کی صلاحیت ایک عقل مند انسان کی طرح نہ ہو تو اسے زکوٰۃ دینے سے جب ذمہ فارغ

ہوگا جب وہ اتنا سمجھدار ہو کہ کسی چیز پر قبضہ کرنے کا شعور رکھتا ہو، ایسا نہ ہو کہ چیز لے کر پھینک دیتا ہو، اگر اس میں اتنا شعور بھی نہیں تو زکوۃ کی ادائیگی جب صحیح ہوگی جب اس کا والد یا کوئی ایسا رشتہ دار اس کی طرف سے مالِ زکوۃ پر قبضہ کرے جو اس کی کفالت کرتا ہو، ورنہ زکوۃ اداء نہ ہوگی۔

”فی المغرب المعتوہ الناقص العقل ...... وفیہ التفصیل المارفی الصبی کما فی التاترخانیة، وفی عامة کتب الأصول أن حکمه کا لصبی العاقل فی کل الأحکام ". (شامیة:۲/۲۵۸)

زیر کفالت یتیم یا مسکین رشتہ دار کو زکوۃ دینا:

جس شخص کی کفالت میں کوئی یتیم یا ایسا رشتہ دار ہو جس کا نفقہ اس شخص پر لازم ہو اور وہ اس شخص کے اصول وفروع میں سے نہ ہو تو اس یتیم وغیرہ کو زکوۃ دینے سے اس شرط کے ساتھ زکوۃ اداء ہوتی ہے کہ اسے خاص زکوۃ ہی کی نیت سے دے اور باقاعدہ مالک بنائے، اگر زکوۃ کی نیت سے نہ دے یا اسے مالک نہ بنائے، بلکہ اس رقم سے اپنے ساتھ کھانا کھلائے تو زکوۃ اداء نہ ہوگی۔

فی الشامیة : ” وھذا (أی عدم جواز الدفع إلی من تلزمه نفقته) إذا کان یحتسب المؤدی إلیه من النفقة، أما إذا احتسبه عن الزکاة فیجزیه، کما فی البحر عن الولوالجیة ومثله فی التاترخانیه عن العیون ." (شامیة : ۲/۲۵۷)

کرایہ کے گھر میں بسانے سے زکوۃ اداء نہیں ہوتی:

کسی مستحق زکوۃ کو مالِ زکوۃ کا مالک بنانے کی بجائے اسے کرایہ کے مکان میں رہائش دی جائے اور اس سے کرایہ نہ لیا جائے تو اس سے زکوۃ اداء نہیں ہوتی، بلکہ مال کا مالک بنانا ضروری ہے، ہاں اگر اس سے کرایہ لے کر دوبارہ اسے زکوۃ میں دے تو زکوۃ اداء ہو جائے گی۔

في الدر : ” فلو أسكن فقيرا داره سنة ناويا لا يجزيه .“

وفي الحاشية : ” عزاه في البحر إلى الكشف الكبير وقال قبله : والمال كما صرح به أهل الأصول ما يتمول ويدخرللحاجة، وهو خاص بالأعيان فخرج به تمليك المنافع .“ (ردالمحتار : ٢/ ٢٥٧)

وکیلِ زکوٰۃ کے احکام

وکیل کے پاس زکوٰۃ کی رقم ضائع ہوگئی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی:

زید نے خالد کو زکوٰۃ کی رقم کسی مسکین کو اداء کرنے کے لئے دی جو خالد کے پاس سے ضائع ہوگئی، ایسی صورت میں زید کے ذمہ جو زکوٰۃ واجب الاداء تھی وہ اداء نہیں ہوئی، دوبارہ اداء کرنا لازم ہے۔ اگر خالد نے حفاظت میں غفلت نہیں برتی بلکہ جیسے اپنے مال کی حفاظت کا اہتمام کرتا ہے ویسا ہی اہتمام زکوٰۃ کی رقم کی حفاظت کا کیا تھا تو خالد کے ذمہ اس رقم کا واپس کرنا لازم نہیں، ورنہ لازم ہے۔

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم میں ردوبدل کرنا:

ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو زکوٰۃ یا صدقات واجبہ کی مد سے کچھ رقم مساکین کو دینے کے لئے دی، اس وکیل نے وہ رقم بدل دی، مثلاً دس دس روپے کے دس نوٹ اس میں سے لئے اور سو روپے کا نوٹ اس میں رکھ دیا تو زکوٰۃ بہر حال اداء ہوجائے گی، بشرطیکہ زکوٰۃ کے لئے دیئے گئے پیسے بھی اس کے پاس موجود ہوں، اگر وہ زکوٰۃ اداء کرنے سے پہلے ضائع ہوگئے ہوں یا خرچ کردیئے ہوں تو جتنے ضائع ہوگئے یا خرچ ہوگئے اتنے روپوں کے بقدر اداء نہیں ہوئی، وہ مؤکل کو لوٹانا ضروری ہے تاکہ وہ بنیتِ زکوٰۃ کسی کو دیدے۔ البتہ اس صورت (صدقات) میں چونکہ رقم متعین ہوجاتی ہے، لہٰذا تبدیل کرنے کا جواز اس پر موقوف ہے کہ موکل کی طرف سے تبدیل کرنے کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً موجود ہو، موجودہ زمانے میں عموماً

اس کی اجازت ہوتی ہے اس لئے صراحۃً اجازت کی ضرورت نہیں، اس کے باوجود احتیاط اس میں ہے کہ صراحۃً اجازت لے لے۔

”ولو تصدق بدرا هم نفسه أجزأه، إن كان على نية الرجوع و كانت دراهم المؤكل قائمة، بخلاف ماإذا أنفقها أولا على نفسه ثم دفع من ماله، فهو متبرع .“

(شامية:٢/٢٧٠)

”ومقتضاه أنه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حنيئذ دلالة .“

(٢/٢٦٩)

هذا في الخلط وحكم الاستبدال كذلك بحكم العرف، فلا يضمن ولا يأثم.

وکیل نے زکوٰۃ کو مصرف میں استعمال نہیں کیا تو کیسے بری ہوگا؟

وکیل کے لئے جائز نہیں کہ زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے معین کردہ مصرف کے علاوہ کسی اور جگہ زکوٰۃ کی رقم صرف کرے، اگر ایسا ہو جائے تو:

جس کو دیا ہے اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ ہے اور اس کے پاس وہ مالِ زکوٰۃ باقی بھی ہے، اس نے ابھی تک خرچ نہیں کیا تو مالک کو اطلاع دے اگر مالک بخوشی اس پر راضی ہو تو زکوٰۃ اداء ہو جائے گی، اگر اس نے اجازت نہیں دی یا اس مستحق کے ہاتھ سے زکوٰۃ کی رقم خرچ ہوگئی ہے تو پھر وکیل پر لازم ہے کہ زکوٰۃ دہندگان کو صورتِ حال بتا کر اتنی رقم اپنی طرف سے زکوٰۃ دہندگان کی ہدایت کے مطابق بطورِ زکوٰۃ کسی مستحق کو دے، زکوٰۃ دہندگان اگر اسے معاف کر دیں اور خود زکوٰۃ اداء کریں یا دوبارہ اسے زکوٰۃ کی رقم دے کر ادائیگی کا وکیل بنا دیں تو بھی صحیح ہے، اگر مالک کو اطلاع دینا ممکن نہ ہو تو وکیل اتنی رقم زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے بتائے ہوئے مصرف میں خرچ کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

وکیل نے جس کو دیا ہے اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ نہیں تو اس میں مالکان کی اجازت سے بھی زکوٰۃ

صحیح نہیں ہوسکتی بلکہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق دوبارہ زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

" رجل جمع مالا من الناس لينفقه فى بناء المسجد فأنفق تلك الدراهم فى حاجته ثم رد بدلها فى نفقة المسجد لا يسعه أن يفعل ذلك، فإن فعل فإن عرف صاحب المال رد عليه أو سأله تجديد الإذن فيه، وإن لم يعرف صاحب المال استأذن الحاكم، وإن تعذر عليه ذلك رجوت له فى الاستحسان أن ينفق مثل ذلك من ماله على المسجد فيجوز ." (هنديه:۲/۲۵۲)

وفى الشامية فى خلط أموال الزكاة : " لأنه ملكه بالخلط وصار مؤديا من مال نفسه قال فى التتارخانية إلا إذا وجد الإذن أو أجاز المالكان اهـ. أي جاز قبل الدفع إلى الفقير ...... لكن قد يقال : تجزئ عن الآمر مطلقا لبقاء الإذن بالدفع ." (۲/۲۶۹)

فى الشامية : " فلا يملك (الوكيل بالدفع إلى معين) الدفع إلى غيره كما لو أوصى لزيد بكذا ليس للوصى الدفع إلى غيره ." (ردالمحتار : ۲/۲۶۸)

وکیلِ زکوٰۃ دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے اگرچہ اصل زکوٰۃ دہندہ کو علم نہ ہو:

اسلم نے اکرم کو وکیلِ زکوٰۃ بنایا، اکرم نے خود زکوٰۃ ادا نہیں کی بلکہ جاوید کو وکیل بنایا اور جاوید نے مستحق کو زکوٰۃ پہنچائی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، اگرچہ اصل زکوٰۃ دہندہ یعنی اسلم کو جاوید کے وکیل ہونے کا علم نہ ہو۔

" فرع : للوكيل بدفع الزكاة أن يؤكل غيره بلا إذن. بحر عن الخانية. وسيأتى متنا فى الوكالة ." (شامية : ۲/۲۷۰)

وکیل زکوٰۃ کس کو دے سکتا ہے؟

وکیلِ زکوٰۃ کو اگر خاص شخص کو دینے کے لئے وکیل مقرر کیا جائے تو کسی اور کو نہیں دے سکتا،

اگر مطلقاً فقراء ومساکین کو دینے کا وکیل بنایا گیا ہو تو خود نہیں لے سکتا، باقی جس مستحق کو بھی دے زکوٰۃ اداء ہو جائے گی، اگر چہ اپنی مستحق بیوی یا مستحق بالغ اولا دہی کو دے، نابالغ مستحق اولاد کو دینے میں یہ شرط ہے کہ یہ خود مستحق زکوٰۃ ہو ورنہ نابالغ بچوں کو نہیں دے سکتا۔

اگر اسے مکمل اختیار دیا جائے کہ آپ کی مرضی جہاں چاہیں اس زکوٰۃ کو صرف کر سکتے ہیں تو پھر خود بھی لے سکتا ہے، بشرطیکہ مستحقِ زکوٰۃ ہو۔

” وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه إلا إذا قال ربها ضعها حيث شئت .“

وفي الحاشية : ” وإذا كان ولداً صغيراً فلا بد من كونه هو فقيرا أيضا لأن الصغير يعد غنيا بغنى أبيه .“ (رد المحتار : ٢/٢٦٩)

غیر مسلم کو وکیلِ زکوٰۃ بنایا جا سکتا ہے:

اگر کسی شخص نے غیر مسلم کو وکیل بنایا کہ زکوٰۃ مستحقین تک پہنچاؤ تو یہ صحیح ہے، بشرطیکہ اسے دیتے وقت دینے والے نے زکوٰۃ کی نیت کی ہو، اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی تو جب تک یہ مال فقیر کی ملکیت میں موجود ہے اس وقت تک نیت کر لے تو زکوٰۃ اداء ہو جائے گی، البتہ اگر وہ مال فقیر کی ملکیت سے کسی بھی وجہ سے نکل جائے تو پھر زکوٰۃ کی نیت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، زکوٰۃ اداء نہ ہوگی۔

في الدر : وشرط صحة أدائها نية مقارنة له ولو حكما كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم في يد الفقير أو نوى عند الدفع إلى الوكيل ثم دفع الوكيل بلا نية أو دفعها لذمي ليد فعها جاز، لأن المعتبر نية الآمر .“ (٢/٢٦٨)

زکوۃ کا وکیل بنایا لیکن زکوٰۃ کی رقم نہیں دی:

اسلم نے اکرم کو زکوۃ دینے کا وکیل تو بنایا لیکن اسے زکوۃ کی رقم نہیں دی، بلکہ اسے کہا کہ

میری طرف سے زکوٰۃ کی اتنی رقم اداء کرو اور اکرم نے اتنی رقم مستحقین کو دے دی تو زکوۃ اداء ہو گئی۔اب یہ اداءشدہ رقم اکرم کا اسلم کے ذمہ قرض ہے،بعد میں اس سے وصول کرسکتا ہے۔

”وفیہ إشارة إلی أنہ لا یشترط الدفع من عین مال الزکوۃ ولذا لو أمر غیرہ بالدفع عنہ جاز، کما قد مناہ .“ (شامیة:۲/۲۷۰)

کسی کی طرف سے بلا اجازت زکوٰۃ دی تو اداء نہیں ہوئی:

عمران پر زکوٰۃ فرض ہے،سلیمان نے اس کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے زکوٰۃ دے دی تو اس سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوئی،اگر عمران بعد میں اجازت بھی دے دے تب بھی درست نہیں اور جتنی رقم سلیمان نے عمران کی طرف سے دی ہے وہ عمران سے وصول کرنے کا حق بھی نہیں رکھتا۔

فی الشامیة : ”لو أدی زکوٰة غیرہ بغیر أمرہ فبلغہ فأجازلم یجز لأنہا و جدت نفاذاً علی المتصدق، لأنہا ملکہ ولم یصرنائبا عن غیرہ فنفذت علیہ .“ (۲/۲۶۹)

معدنیات کا حکم

معدنیات دوقسم کی ہوتی ہیں:

جامداورمائع

پھر جامد کی دوقسمیں ہیں:

ایک وہ جو گلانے پگھلانے سے گل پگھل جائے،اس میں سونا،چاندی،لوہا،قلعی،پیتل وغیرہ آتے ہیں،اس قسم کی معدنیات دارالاسلام میں غیر مملوکہ زمین میں برآمد ہوں تو برآمد شدہ دھات سے اخراجات ومصارف منہا کئے بغیر پانچواں حصہ شرعی بیت المال میں جمع کرنا لازم ہے،باقی چار حصے پانے والے کے ہیں،جن سے وہ کھدائی،سروے وغیرہ کی اجرت بھی اداء کرے گا۔نیز اس میں قلیل کثیر کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ سال گزرنا شرط ہے بلکہ جو کچھ بھی برآمد

ہواس کا پانچواں حصہ نکالنا ضروری ہے، یہ پانچواں حصہ برآمد کرنے والا اپنی مرضی سے بھی فقراء پر خرچ کرسکتا ہے، اپنے والدین اور اولاد کو بھی دے سکتا ہے، اگر یہ خود مفلس ہے اور باقی چار حصے اس کی کفایت نہیں کرتے تو اس صورت میں اپنے اوپر بھی خرچ کرسکتا ہے۔

باقی وہ جامد دھات جو پگھلانے سے نہ پگھل سکے، نیز مائعات جیسے مٹی کا تیل وغیرہ میں خمس پانچواں حصہ بھی لازم نہیں، تمام کا تمام پانے والے کا ہوگا۔

البتہ پارہ اگر برآمد ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں پانچواں حصہ حسبِ تفصیل سابق لازم ہے۔

اگر کسی کی مملوکہ زمین میں یہ معدنیات پائی جائیں تو اس میں بھی پانچواں حصہ ماسبق تفصیل کے مطابق لازم ہے، البتہ اس میں باقی چار حصے مالک زمین کے ہوں گے، پانے والا یہ خود ہو یا کوئی اور۔

”وجد مسلم او ذمی ...... معدن نقد و نحو حدید وهو کل جامع ینطبع بالنار ومنه الزیبق فخرج المائع کنفط وتاء وغیر المنطبع کمعادن الاحجار ...... خمس وباقیه لمالکها ان ملکت وإلا فللواجد ...... والحاصل ان الکنز یخمس کیف کان والمعدن إن کان ینضبع. (شامیہ:۲/۳۱۸۔۳۲۲)

زکوٰۃ کی ادائیگی علی الاعلان افضل ہے:

عام صدقاتِ نافلہ میں خفیہ دینا افضل ہے، البتہ زکوٰۃ میں لوگوں کے سامنے اور علی الاعلان دینا افضل ہے تاکہ فریضہ کی ادائیگی میں غفلت کرنے والے نصیحت حاصل کریں۔

”إذا أراد الرجل أداء الزکاة الواجبة قالوا: الأفضل الإعلان والإظهار، وفی التطوعات الأفضل هو الإخفاء والإسرار کذا فی فتاویٰ قاضیخان.“

(هندیة:۱/۱۷۱)

مسائلِ عُشر

زمین سے جوبھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر لازم ہے:

زمین سے (خواہ مملوکہ زمین ہو یا مباح عام جیسا کہ پہاڑ) جو بھی قدرتی پیداوار حاصل ہو جائے، خواہ وہ کھانے کی چیز ہو یا اس سے لباس بنایا جاتا ہو مثلاً کپاس وغیرہ تو اس میں دسواں حصہ (عشر) مستحقین زکوۃ کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔ بشرطیکہ ایک صاع (۸۸ء۵) لیٹر سے کم نہ ہو، اس سے کم پر عشر لازم نہیں۔

فی الدر: "وکذا یجب العشر فی ثمرة جبل أو مفازة إن حماه الإمام."

وفی الحاشية: يدخل فيه القطن لأن الثمر اسم لشئ متفرع من أصل يصلح للأكل واللبس كما فی الكرمانی ...... والظاهر أن المراد الحماية من أهل الحرب والبغاة لاعن كل أحد فإن ثمر الجبل مباح لا يجوز منع المسلمين عنه."

(ردالمحتار: ۲/ ۳۲۵)

وفيها: فيجب فيما دون النصاب بشرط أن يبلغ صاعا وقيل نصفه."

(۲/ ۳۲۶)

عشر کی مقدار:

عشری زمین اگر بارش، دریا یا قدرتی چشمہ کے پانی سے سیراب کی جاتی ہو تو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ لازم ہے، اگر کنویں، ٹیوب ویل یا ان نہروں سے جن کا آبیانہ حکومت کو اداء کیا جاتا ہو سیراب کی جاتی ہو تو اسمیں بیسواں حصہ لازم ہے، اگر دونوں قسم کا پانی استعمال ہوتا ہو تو غالب (یعنی مدت کی کثرت) کا اعتبار کیا جائے گا، اگر عشری پانی غالب ہے تو دسواں حصہ، اگر محنت یا قیمت سے حاصل شدہ پانی غالب ہے تو بیسواں حصہ دینا لازم ہے۔ اگر دونوں برابر ہیں تو دسویں حصے کا تین چوتھائی دینا لازم ہے۔

فی الدر: ویجب (العشر) فی مسقی سماء، أو سیح، ونصفه فی مسقی غرب ودالية وفی کتب الشافعية أو سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تأباه ولو سقی سیحا وبآلة اعتبر الغالب ولو استویا فنصفه وقیل ثلاثة أرباعه.“

وفی الحاشية: ”فی الخانية: قال به (أی ثلاثة ارباعه) الأئمة الثلاثة فیؤخذ نصف کل واحد من الوظیفتین ولا نعلم فیه خلافا.“ (ردالمحتار: ۳۲۸/۲)

فیؤخذ بالقول الذی یوجب الأکثر للاحتیاط.

غالب پانی کا اندازہ مدت سے لگایا جائے گا:

ایک زمین کو مثلاً تین مہینے سیلاب کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور چھ مہینے مشین کے پانی سے تو اگرچہ سیلاب سے سیراب کرنے میں زیادہ پانی صرف ہوتا ہے اور مشین سے سیراب کرنے میں کم، لیکن اعتبار اکثر مدت کا کیا جاتا ہے، لہٰذا اس صورت میں نصف عشر لازم ہو گا۔ علامہ شامی نے زیلعی کے حوالے سے اس کی تصریح کی ہے:

”ولو استویا اعتبر الغالب: أی اکثر السنة کما مر فی السائمة والعلوفة زیلعی، أی إذا أسامها فی بعض السنة وعلفها فی بعض یعتبر الأکثر.“ (۳۲۸/۲)

نیز صاحب بدائع نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے:

”ولو سقی الزرع فی بعض السنة سیحاً وفی بعضها بآلة یعتبر فی ذلك الغالب لأن للأکثر حکم الکل کما فی السوائم فی باب الزکاة علی مامر.“ (۵۱۴/۲)

دوسرے یہ کہ خود پانی کی کثرت وقلت کا اعتبار نہیں بلکہ کثرت وقلت مؤنۃ (مشقت وخرچ کا بوجھ) کا اعتبار ہے اور ظاہر ہے کے اس صورت میں مشین سے سیراب کرنے میں اگرچہ پانی کم ہے لیکن مؤنۃ ومشقت اس کی زیادہ ہے۔

”لأن العلة فی العدول عن العشر إلی نصفه فی مسقی غرب ودالية هی زیادة

الکلفة کما علمت وهی موجودة فی شراء الماء ...... " (شامیة : ۲/ ۳۲۸)

اس لئے کثرتِ مؤنت کا اعتبار کرتے ہوئے نصف عشر لازم ہوگا۔

وجوبِ عُشر

مدیون، نابالغ اور مجنون کی مملوکہ پیداوار میں عشر لازم ہے:

نابالغ ومجنون اور مقروض شخص کی زمین کی پیداوار پر بھی عشر لازم ہے۔

فی الدر : " ویجب مع الدین وفی أرض صغیر ومجنون ."

فی الحاشیة : " فلا یشترط فی وجوبه العقل والحریة ." (ردالمحتار : ۲/۳۲۶)

عشری زمین یا پہاڑ سے حاصل شدہ شہد میں عشر واجب ہے:

عشری زمین، جنگل، پہاڑ یا دوسری مباح عام جگہوں سے شہد مل جائے تو اس میں بھی عشر لازم ہے، جبکہ حاصل شدہ شہد ایک صاع یعنی ۸۸ء۵ لیٹر یا اس سے زائد ہو، اس سے کم میں عشر لازم نہیں۔

" یجب العشر فی عسل أرض غیر الخراج ...... بلا شرط نصاب ."

(درمختار:۲/۳۲۵)

فی الشامیة : " فیجب فیما دون النصاب بشرط أن یبلغ صاعا وقیل نصفه ."

(رد المحتار:۲/۳۲۶)

عشر کی ادائیگی میں بلاضرورت تاخیر گناہ ہے:

جب فصل حاصل ہوا اور عشر لازم ہو جائے تو فوراً دینا لازم ہے، اس میں تاخیر مکروہِ تحریمی اور گناہ ہے، ہاں کسی معقول عذر کی وجہ سے ہو تو حرج نہیں، لیکن عذر ختم ہوتے ہی اس کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔

" وأمـا الـكيـفية فـمـا تـقـدم فـي الـزكـاة أنـه على الفور أم على التراخي ."

(بحر:٢/٢٣)

قـال فـي الـدر : " وافتراضها (الزكاة) عمري وقيل فوري أي واجب على الفور وعليه الفتوىٰ فيأثم بتاخير ها بلا عذر ." (٢/٢٧١، ٢٧٢)

کاریز کے پانی میں نصف عشر ہے:

جوزمین کاریز کے پانی سے سیراب ہواس میں نصف عشر لازم ہے۔

فـي الشـامية : " (قـولـه وقـواعـدنا لا تأباه) لأن العلة في العدول عن العشر إلى نصفه في مسقى غرب ودالية هي زيادة الكلفة كما علمت وهي موجودة في شراء الماء ." (٢/٥٥)

گھر کے احاطے کے اندر درختوں کے پھلوں پر عشر کا حکم:

رہائشی گھر کے احاطے کے اندر پائے جانے والے درختوں کے پھلوں یا اگنے والی سبزی پر عشر لازم نہیں، اگرچہ اس کی پیداوار زیادہ کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی گھر مستقل طور پر باغ میں تبدیل کردیا جائے تو پھر ان پھلوں پر عشر لازم ہے۔

فـي الشامية : " وخرج ثمرة شجر في دار رجل ولو بستانا في داره لأنه تبع للدار كذا في الحاشية عن القستهاني ." (ردالمحتار : ٢/٣٢٥)

وفيهـا : " قيـد بجعلها بستانا لأنه لولم يجعلها بستانا وفيها نخل تغل أكرارا لا شـئ فيهـا، بـحـر وكـذلك ثـمـر بستـان الـدار لأنـه تـابع لها كما في قاضي خان، قهستاني ."(٢/٣٣٠)

وفـي الـدر : " وأخـذ عشـر، إن سـقـاهـا(دارا جـعلت بستانا)المسلم بمائه ."

(٢/٣٣٠)

عشر سے مصارف منہا کرنے کا حکم:

عشر زمین کی کل پیداوار سے نکالا جائے گا، پیداوار کے حاصل کرنے پر جو مصارف ہوئے ہیں ان کو منہا نہیں کیا جائیگا، البتہ پیداوار حاصل ہونے کے بعد عشر مستحقین تک پہنچانے پر جو اخراجات آئیں وہ عشر سے منہا کئے جاسکتے ہیں۔ لأنه من مصارف العشر لا من مؤن الزرع. لیکن یہ اخراجات اس صورت میں آسکتے ہیں کہ پیداوار حاصل ہونے کی جگہ میں مستحقین نہ ہوں یا دوسری جگہ کے مستحقین ان سے زیادہ محتاج ہوں یا انہیں دینا مسلمانوں کے حق میں زیادہ مفید ہو جیسے دینی مدارس، طلبۂ علم وغیرہ، اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو تو عشر دوسری جگہ منتقل نہیں کرنا چاہیے، ایسی صورت میں عشر اگر دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو ظاہر ہے اس پر جو مصارف آئیں گے وہ عشر کے لازمی مصارف نہیں ہیں، ان کو عشر سے منہا نہیں کیا جانا چاہیے۔

فی الدر : " بلا رفع مؤن أی کلف الزرع و بلا إخراج البذر ." (٢/٣٢٨)

وفيه : " و کره نقلها إلا إلى قرابة أو أحوج أو أصلح أو أروع أو أنفع للمسلمين أو إلى طالب علم أو إلى الزهاد ." (٢/٣٥٤)

وفی التاترخانية : " وفيما إذا كانت الأرض عشرية فأخرجت طعاما وفی حملها إلى الموضع الذی يعشر فيه مؤنة فإنه يحمل إليه و يكون المؤنة منه ." (٢/٣٣٨)

قرض کی وجہ سے عشر ساقط نہیں ہوتا:

اگر کسی کے ذمے قرض ہو اگرچہ بہت زیادہ ہو، پیداوار حاصل ہونے کی صورت میں اس پر عشر دینا لازم ہے، قرض کی وجہ سے عشر ساقط یا کم نہ ہوگا۔

" ولا يمنع الدين وجوب عشر و خراج ." (درمختار:٢/٢٦١)

قبل از وقت عشر نکالنا:

اگر فصل کاشت کرنے سے پہلے یا درخت لگانے سے پہلے عشر نکالا تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں، غلہ اور پھل حاصل ہونے کے بعد دوبارہ عشر کی ادائیگی لازم ہے، اگر فصل کاشت کرنے، درخت لگانے کے بعد، فصل اگنے اور پھل ظاہر ہونے سے پہلے عشر اداء کیا تو اس میں اختلاف ہے، عدم جواز راجح ہے، لہٰذا غلہ اور پھل حاصل ہونے کے بعد دوبارہ عشر کی ادائیگی لازم ہے۔

اگر فصل اگنے اور پھل ظاہر ہونے کے بعد عشر اداء کیا، اگر چہ فصل میں دانے نہیں آئے اور پھل پکا نہیں تو عشر کی ادائیگی صحیح ہے، غلہ حاصل ہونے اور پھل پک جانے کے بعد دوبارہ عشر کی ادائیگی کی ضرورت نہیں۔

فی الدر: "ولو عجل عشر أرضه أو ثمره بعد الخروج قبل الإدراك. (أی فهو جائز) واختلف فيه قبل النبات وخروج الثمرة والأظهر عدم الجواز."

وفی الحاشية: "وأفاد أن التعجيل قبل الزرع أو قبل الغرس لا يجوز إتفاقاً لأنه قبل وجود السبب كمالوعجل زكاة المال قبل ملك النصاب."

(رد المحتار: ۲/۲۹۳، ۲۹۴)

کئی سال تک عشر اداء نہیں کیا:

عشر پیداوار پر ایک شرعی فریضہ ہے، نہ یہ زمانہ گزرنے سے ساقط ہوتا ہے اور نہ ہی مرنے سے، لہٰذا اگر کسی شخص نے کئی سال تک عشر اداء نہیں کیا تو اگر زندہ ہے تو اس پر ادائیگی لازم ہے، اگر مر جائے تو اس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا، جب تک عشر کی ادائیگی نہ ہو جائے ورثہ ترکہ تقسیم نہ کریں۔

اگر پیداوار حاصل ہونے کے بعد کسی غیر اختیاری آفت کی وجہ سے ضائع ہو جائے تو اس کا عشر لازم نہیں۔

فی الدر : ” من علیه عشر أو خراج و مات أخذ من ترکته وفی روایة لا بل یسقط بالموت، والأول ظاهر الروایة .“ (۳۳۲/۲)

وفیه : ” ویسقطان بهلاك الخارج .“ (۳۳۳/۲)

عُشر کی بعض خاص صورتیں

فروخت شدہ فصل کے عشر کا حکم:

صرف فصل فروخت کرنے کی صورت میں اگر فصل پکنے سے پہلے فروخت کی تو عشر خریدار پر ہے،خواہ وہ ابھی کاٹ لے یا زمین کے مالک کی رضامندی سے اسے پکنے تک زمین ہی پر چھوڑ دے اور اگر فصل پکنے کے بعد فروخت کی تو عشر مالکِ زمین پر ہے۔

اگر فصل کے ساتھ زمین بھی فروخت کی تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے۔دونوں صورتوں میں اگر فصل پکنے سے پہلے پہلے خریدار نے فصل کاٹ لی تو عشر مالک پر ہے۔

فی الدر : ” ولو باع الزرع إن قبل إدراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع .“

فی الحاشیة : ” وشمل ما إذا باعه و ترکه المشتری بإذن البائع حتی أدرك فعندهما عشره علی المشتری .“ (ردالمحتار : ۳۳۳/۲)

وفی البدائع : ولو باع الأرض العشریة وفیها زرع قد أدرك مع زرعها أو باع الزرع خاصة فعشره علی البائع دون المشتری لأنه باعه بعد وجوب العشر و تقرره بالإدراك ولو باعها والزرع بقل فإن قصله المشتری للحال فعشره علی البائع أیضاً لتقرر الوجوب فی البقل بالقصل، وإن ترکه حتی أدرك فعشره علی المشتری فی قول أبی حنیفة و محمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ لتحول الوجوب من الساق إلی الحب .“ (۵۷/۲)

زمین اجارے پر دینے کی صورت میں عشر کا حکم:

عشری زمین اگر اجارہ پر دی جائے تو عشر واجب ہونے میں دو قول ہیں: امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمیندار (مالکِ زمین) پر ہے اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستأجر پر ہے، لیکن علامہ شامی نے تطبیق دی ہے کہ اگر اجرت اجرتِ مثل کے برابر یا اس سے زیادہ وصول کی جائے تو عشر زمیندار پر ہے، اگر اس سے کم وصول کی جائے تو پھر مستأجر پر ہے۔

فی الدر: " والعشر على المؤجر كخراج مؤظف وقالا على المستأجر كمستعير مسلم ."

وفی الحاشية: " فإن أمكن أخذ الأجرة (أى أجرة المثل) كاملة يفتى بقول الإمام و إلا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به أحد ."

(٣٣٤/٢)

زمین عاریۃً دینے کی صورت میں عشر کا حکم:

اگر مسلمان شخص کو زمین عاریت کے طور پر بلا اجرت کاشت کے لئے دی گئی تو اس کا عشر بطورِ عاریت لینے والے پر ہے، اگر کسی غیر مسلم کو زمین عاریۃً دی تو عشر مالکِ زمین پر ہے کیونکہ غیر مسلم عشر کی ادائیگی کی اہلیت نہیں رکھتا، اگر مالک پر بھی عشر لازم نہ ہو تو فقراء کا حق ساقط ہوگا، لہٰذا حق فقراء کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے مالکِ زمین پر عشر لازم ہے۔

فی الدر: " وقالا: (العشر) على المستأجر كمستعير مسلم ."

وفی الحاشية: " قيد بالمسلم لأنه لو استعارها ذمى فالعشر على المعير اتفاقاً لتفويته حق الفقراء بالإعارة من الكافر كذا فى شرح دررالبحار أى لكونه ليس أهلا للعشر ."

(رد المحتار: ٣٣٤/٢)

مزارعت کی صورت میں عشر کا حکم:

مزارعت (بٹائی پر زمین دینے) کی صورت میں اگر عقد اس طرح طے ہو کہ زمین ایک کی ہو، باقی چیزیں دوسرے کی طرف سے ہوں یا عمل ایک کی طرف سے ہو، باقی چیزیں زمین وغیرہ دوسرے کی طرف سے یا زمین اور تخم ایک کی طرف سے ہو، باقی چیزیں دوسرے کی طرف سے تو یہ مزارعت صحیحہ کی صورتیں ہیں، ان سب صورتوں میں عشر ہر ایک (زمیندار اور مزارع) پر اپنے اپنے حصہ کے بقدر لازم ہے، پھر انہیں اختیار ہے، چاہے عشر نکال کر پیداوار تقسیم کریں یا پیداوار تقسیم کر کے ہر ایک اپنے حصے کا عشر نکالے۔

ان تین صورتوں کے علاوہ کوئی صورت ہو تو وہ مزارعت فاسدہ ہے، اس میں اگر تخم مالکِ زمین کی طرف سے ہو تو عشر بھی اسی پر لازم ہے، اگر تخم مزارع کی طرف سے ہو تو پھر یہ کاشت کے لئے زمین اجارہ پر دینے کے حکم میں ہے، لہٰذا مالکِ زمین کا حصہ اگر اجرت مثل کے بقدر یا اس سے زیادہ ہے تو عشر اسی پر لازم ہے اور اگر اس سے کم ہے تو پھر عشر مزارع پر ہے۔

في الشامية : " في البحر و المجتبیٰ و المعراج و السراج و الحقائق و الظهيرية وغيرها من أن العشر على رب الأرض عنده عليهما عندهما ...... وهو الظاهر لما في البدائع من أن المزارعة جائزة عندهما و العشر يجب في الخارج و الخارج بينهما فيجب العشر عليهما ...... فكان ينبغي للشارح متابعة ما في أكثر الكتب ." (٢/٣٣٥)

وقال : " فإن أمكن أخذ الأجرة (أى اجرة المثل) كاملة يفتى بقول الإمام (أن العشر على المؤجر) وإلا فبقولهما (أن العشر على المستأجر) لما يلزم عليه من الضررالواضح الذى لا يقول به أحد ." (٢/٣٣٤)

زمیندار مزارع کے حصے سے جبراً عشر نکالے:

چونکہ مزارعین میں دینداری کم ہے، اگر ان کا حصہ تقسیم کر کے ان کے حوالہ کر دیا گیا تو ان سے اداء عشر کی امید نہیں، اس لئے زمیندار پر لازم ہے کہ مشترک پیداوار سے عشر نکالنے کے بعد تقسیم کر کے مزارع کو اس کا حصہ دے۔

(والمسئلة فی أحسن الفتاوىٰ مخرجة:٤/٣٦٣)

ارضِ مغصوب میں عشر کا حکم:

جو زمین غصب کی جائے اس کا عشر غاصب ہی پر لازم ہے۔(أحسن الفتاویٰ:٤/٣٦٨)

تجارت کی نیت سے خریدی گئی زمین کا حکم:

اگر تجارت کی نیت سے زمین خریدی اور اس پر کاشت کر کے پیداوار حاصل کی تو اس میں عشر لازم ہے، زمین کی قیمت میں زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر اسے ویسے رکھا جائے، کوئی چیز اس میں کاشت نہ کی جائے تو پھر زمین کی قیمت میں اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ لازم ہے۔

فی الدر : ”لو شریٰ أرضا خراجية ناويا التجارة أوعشر ية وزرعها ...... لا تكون للتجارة لقيام المانع .“ (وهو الثنى كما فى الحاشية)

وفی الحاشية : ” إذا لم يزرعها تجب زكاة التجارة فيها لعدم وجوب العشر فلم يوجد المانع .“ (ردالمحتار : ٢/ ٢٧٤)

بھوسہ، سوکھی گھاس وغیرہ میں عشر کا حکم:

زمین سے حاصل شدہ پیداوار میں تو عشر لازم ہے لیکن جو چیز تبعاً حاصل ہو جائے جیسے بھوسہ، سوکھا چارہ وغیرہ جس سے اناج نکال لیا گیا ہو تو اس میں عشر نہیں، ہاں اگر ان چیزوں کو مقصودی طور پر حاصل کیا جائے، مثلاً دانہ پڑنے سے پہلے پہلے بھوسہ وغیرہ حاصل کرنے کے لئے فصل کاٹی جائے یا جیسے بعض چارے باقاعدہ کاشت کئے جاتے ہیں تو پھر انمیں عشر لازم

ہے۔

فی الدر : " لا فیما لا یقصد به استغلال الأرض نحو حطب و قصب ...... "

وفی الحاشیة : " لو فصله قبل انعقاد الحب وجب العشر فیه لأنه صار هو المقصود ." (ردالمحتار : ۳۲۷/۲)

عشری زمین میں لگے ہوئے درختوں میں عشر کا حکم:

عشری زمین کی پیداوار میں اور اس میں لگے ہوئے پھلدار درختوں کی پیداوار میں تو عشر لازم ہے، لیکن خود ان درختوں میں زمین کی پیداوار ہونے کے باوجود عشر نہیں، خواہ ان کو کاٹ کر فروخت کیا جائے یا اپنے کام میں لائے جائیں۔

فی تنقیح الحامدیہ : " سئل فیما إذا کان لرجلین أشجار مثمرة فقطعا ها و انتقفعا بحطبها فهل لا عشر علیهما ؟

الجواب : نعم لا عشر فی الأشجار لأنهابمنزلة جزء الأرض ولهذا تتبعها فی البیع، کما فی الزیلعی و البحر وغیرهما من باب العشر و علیه أفتی الشیخ إسماعیل ." (۸/۱)

البتہ اگر یہ درخت اسی مقصد کے لئے لگائے گئے ہوں کہ ہر سال یا کچھ مدت بعد ان کو کاٹا جائے گا، فروخت کیا جائے گا یا اپنے کام میں لایا جائے گا تو پھر ان میں کٹنے کے بعد عشر لازم ہے، خواہ لکڑی کی صورت میں اداء کریں یا جہاں یہ درخت ہیں وہاں کی قیمت یا اس کے آس پاس کی قیمت لگا کر روپوں کی صورت میں اداء کریں۔

" أقول : قوله لا عشر فی الأشجار یعنی المثمرة التی لم تعد للقطع بخلاف ما أعد للقطع فی کل سنة ففیها العشر کما یأتی عن الخانیة بخلاف نفس الثمر فإن فیه العشر أیضا کما یأتی ." (تنقیح الحامدیة : ۸/۱)

اپنی زمین کی افیون میں عشر ہے، زکوۃ نہیں:

زمین میں افیون اور اس طرح کی دوسری قیمتی چیزیں کاشت کی جائیں اور پیداوار حاصل ہونے پر اسے فروخت کرنے کی نیت سے روک کر رکھا جائے اور اس حالت میں سال گزر جائے تو عشر لازم ہے، زکوۃ لازم نہیں، اسی طرح تجارت کے لئے افیون کے بیج خریدے اور انہیں زمین میں کاشت کر دیا تو پیداوار پر عشر لازم ہے، زکوۃ نہیں۔

فی الشامية : " وخرج أی بقيد العقد ما إذا دخل من أرضه حنطة تبلغ قيمتها نصابا ونوی أن يمسكها ويبيعها فأمسكها حولا لا تجب فيها الزكاة ...... وكذا لو اشتریٰ بذر التجارة وزرعها فی أرض عشر ...... إنما عليه حق الأرض من العشر أوالخراج ." (۲/۲٦۸)

عشر کی ادائیگی سے پہلے پیداوار کا استعمال:

جب تک عشر اداء نہ کیا جائے پیداوار کا استعمال جائز نہیں، البتہ اگر کسی وجہ سے تأخیر ہو جائے اور دل میں عزم ہو کہ عشر اداء کرے گا اور پیداوار کے استعمال کی ضرورت ہو تو استعمال کی گنجائش ہے، لیکن عشر کی ادائیگی جلد از جلد لازم ہے۔

فی الدر : " ولا يأكل من طعام العشر حتی يؤدی العشر ."

وفی الحاشية : " لا يحل الأكل من الغلة قبل أداء الخراج وكذا قبل أداء العشر إلا إذا كان المالك عازما علی أداء العشر، وهو تقييد حسن ." (ردالمحتار : ۲/۳۳۲)

سمندر سے برآمد ہونے والی چیزوں میں عشر نہیں:

جو چیزیں سمندر سے برآمد ہوئی ہوں مثلاً، موتی، عنبر، مچھلی وغیرہ، ان میں عشر لازم نہیں۔

فأما المستخرج من البحر ...... فلا شئ فيه فی قول أبی حنيفة ومحمد رحمهما

اللّٰہ تعالیٰ وھو للواجد ." (شامیة : ٢/٦٨)

کن کن رشتہ داروں کوعشروزکوٰۃ نہیں دی جاسکتی؟

اصول،جیسے:والدین، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ۔فروع،جیسے : اولاد اور اولاد کی اولاد، اسی طرح بیوی،شوہر کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ وعشر دینا صحیح نہیں،اس کے علاوہ باقی سب رشتہ داروں کوعشروزکوٰۃ دی جاسکتی ہے،سوتیلی ماں کوبھی زکوٰۃ وعشر دینا جائز ہے۔

فی الدر : " ولا إلى من بينهما ولاد أو بينهما زوجية ." (٢/٣٤٦)

... The End ...

arranged by: Abu Zubair [manymore313@yahoo.com]